امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 62/72

مورخہ یکم صفر المظفر ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۹؍ اگست ۲۰۲۲ء روز سوموار

شمارہ نمبر 32

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، یادوں کے چراغ
■ کتابوں کی دنیا، حکایات اہل دل
■ بین المذاہب شادیوں......
■ گھریلو جھگڑوں کو کیسے ختم کیا جائے
■ آئندہ نسلوں کو بے دینی سے کیسے بچایا جائے
■ انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

بین السطور

عورتوں سے متعلق بعض مسائل میں اسلام کا موقف

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

اس وقت ذرائع ابلاغ اسلام پر جو اعتراضات کر رہا ہے، اس میں اسلام کے حوالہ سے عورت کو بڑی اہمیت حاصل ہے، ہمارے نام نہاد دانشور بھی اس کی ہاں میں ہاں ملاتے نظر آتے ہیں، ہمارے وکلاء بھی ان اعتراضات کو حق بجانب قرار دینے میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ اپنی ذہنی ساخت کی وجہ سے اسلام سے دور جا پڑے ہیں، ہوسکتا ہے بعض خاص شخص کے بارے میں معاملہ یہی ہو، لیکن عمومی احوال ایسے نہیں ہیں، بڑی تعداد ان دانشوروں اور وکلاء کی ہے، جن کی ذہنی ساخت تو ٹھیک ٹھاک ہے، لیکن مسلم پرسنل لا کے بارے میں ان کی معلومات سطحی اور ناقص ہیں، اس لیے کہ جن کتابوں کو اس کام کے لیے انہوں نے مطالعہ میں رکھا اور جن کے مندرجات سے وہ استفادہ کرتے رہتے ہیں وہ اسلامی اسکالر کی نہیں ہیں، وہ ان لوگوں کی تیار کردہ ہیں، جنہیں اسلام اور اس کی تعلیمات میں کیڑے نکال کر نفسیاتی تسکین ملتی ہے، عجیب وغریب بات یہ ہے کہ سارے علوم میں تحقیق کے لیے جن حوالوں کو دیکھا جاتا ہے وہ فرسٹ ریفرنس بک FIRST REFRENCE BOOK ہوا کرتا ہے، لیکن اسلام کا مطالعہ کرتے وقت وہ لوگ اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں اور سکنڈ ریفرنس بک سے کام چلاتے ہیں جو آتھینٹک (Authentic) نہیں ہیں، شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی زبان سے وہ واقف نہیں ہیں، نہ اپنی زبان میں اس کے مستند تراجم پر ان کی نگاہ ہے، نہ ترجمہ پڑھ کر کوئی نتیجہ اخذ کرنے کی مناسب صلاحیت رکھتے ہیں، اس لیے ساری توجہ ان کتابوں پر رہتی ہے جو مسلم پرسنل لا کے نام سے مرتب کی گئی ہیں اور بہت ساری غلط چیزیں اس میں بھر دی گئیں ہیں، اس معاملہ میں تو بعض لوگوں نے مستشرقین کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے، ان حالات میں مسلم اسکالروں اور علماء کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان اعتراضات کی حقیقت کو سامنے لائیں اور بتائیں کہ عورت کے مسئلے اور ان سے متعلقہ احکامات میں صحیح اور درست وہی ہے جو اسلام نے کہا ہے، دقت یہ ہے کہ قرآن واحادیث سے حوالہ دے کر انہیں سمجھایئے تو اسے قدیم کہہ کر جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی بحث کا سارا رخ منطقی ہوتا ہے، اور قرآن واحادیث کو بالائے طاق رکھ کر ہوتا ہے، حالانکہ مسلمانوں کے لیے یہ بات کافی ہے کہ بات سمجھ میں آئے یا نہیں، اللہ رسول کے حکم کے آگے سر جھکا دیا جائے، کیونکہ ہماری سمجھ کمزور ہوسکتی ہے، لیکن قرآن واحادیث کی تعلیم کی معقولیت میں کوئی کمزوری نہیں ہے۔

مثال کے طور پر لڑکے لڑکیوں کی نابالغی میں شادی کا مسئلہ ہے، مسلم پرسنل لا کے علاوہ نابالغی کی شادی قانوناً جرم ہے، لیکن یہی قانون داں حضرات اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں کہ اگر نابالغ لڑکے اور لڑکی نے آپسی رضامندی سے جنسی تعلق قائم کر لیا تو اس میں دار وگیر کی گنجائش نہیں ہے، البتہ چونکہ یہ تعلق رضامندی سے ہوا ہے، اس لیے اسے ریپ (Rape) زنا بالجبر قرار نہیں دیا جاسکتا، جائز طریقے سے نابالغی میں کی جانے والی شادی دنیاوی قانون میں درست نہیں، البتہ ناجائز طریقے سے نابالغی کی عمر میں رضامندی سے زنا کرنا ان کے نزدیک جائز ہے، شریعت کہتی ہے کہ جائز طریقہ سے نکاح نابالغی میں بھی جائز ہے، کیونکہ نابالغ کا نکاح بھی رضامندی سے ہوتا ہے، فرق یہ ہے کہ اس میں دونوں کے ولی کی رضامندی معتبر ہے، کبھی مصلحتیں ایسی ہوتی ہیں کہ کم عمری میں شادی کرنی ہوتی ہے، اس لیے کسی بھی طرح اس عمل کو غیر منطقی اور غیر عقلی نہیں کہا جاسکتا۔

اسی طرح چار شادیوں کا مسئلہ ہے، یہاں یہ بات رکھنے کی ہے کہ شریعت نے چار شادی کرنے کا نہ تو حکم دیا ہے اور نہ ہی اسے لازم قرار دیا ہے، یہ تو صرف ایک اجازت ہے جو عدل جیسی سخت شرط کے ساتھ دی گئی ہے، اسی لیے چار شادیوں کا رواج کم ہے، اور اس اجازت سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد اقل قلیل ہے، ہر آدمی اپنے گاؤں اور محلوں میں ایک سے زائد شادی کرنے والوں کا سروے کر کے اس حقیقت کی تصدیق کرسکتا ہے، لیکن میڈیا نے اس کا پروپیگنڈہ اس طرح کر رکھا ہے گویا سارے مسلمان چار شادیاں کرتے ہیں، دوسری طرف دنیاوی قانون میں ساتھ رہنے کا تصور پایا جاتا ہے، بیوی نہیں ہے، لیکن بیوی کی طرح ہی مرد کے ساتھ پارٹنر بن کر لیوان ریلیشن شپ (Live in Relationship) میں رہ رہی ہے، قانون نہ صرف اس کی اجازت دیتا ہے، بلکہ وہ جائیداد جو مرد نے ذاتی جدوجہد سے حاصل کیا ہے وہ اس کے ترکہ میں حصہ پالے گی، ناجائز تعلق زندگی بھر رکھا، وہ اس کی کمائی میں حصہ پا رہی ہے، پھر ان پارٹنروں کی تعداد بھی مقرر نہیں، جتنی عورتوں کو جتنے وقت کے لیے چاہو پارٹنر بنالو۔ اسلام جائز طریقے سے چار کی اجازت دیتا ہے تو اس پر سوالات کھڑے کیے جاتے ہیں، اور دانشور طبقہ ناک بھوں چڑھانے لگتا ہے، دونوں کی صورت حال پر غور کر کے فیصلہ خود ہی کر سکتے ہیں کہ نکاح والی عزت کی زندگی بہتر ہے یا بغیر نکاح والی ذلت کی زندگی، یہ لاتعداد بغیر نکاح والی پارٹنروں کے مقابلہ میں چار نکاحی عورت میں ہی آپ کو عزت نظر آئے گی۔

ایک سوال طلاق کے حوالہ سے اٹھایا جاتا ہے، یہ چاہتے ہیں کہ طلاق کا حق عورتوں کو بھی دے دیا جائے، جس طرح نکاح اس کی مرضی سے ہوتا ہے طلاق میں بھی اس کی مرضی شامل رہے، مردوں کو طلاق کا حق دینے میں خود عورتوں کا تحفظ ہے، خاندان کو ٹوٹنے سے بچانے کے لئے شریعت نے یہ حق مردوں کو دیا ہے۔ اور ایسا بھی نہیں ہے کہ عورت کو بالکل اس حق سے محروم کر دیا گیا ہے، اسے اس کا پابند کیا گیا کہ اگر رشتے کو پسند نہیں کرتی تو اس کے وجوہات بتا کر بعض حالتوں میں قاضی سے اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے اور بعض حالتوں میں خلع لے کر اس ناپسند رشتے سے الگ ہوسکتی ہے، اس طرح رشتے ٹوٹیں گے بھی تو ان کی وجوہات معقول ہوں گی، اور بہت ناگزیر حالت میں ایسا ہوا کرے گا۔

اسی طرح تین طلاق پر کثرت سے سوالات اٹھائے جاتے ہیں اور اچھے اچھے پڑھے لکھے لوگوں کو کہتے سنا کہ اگر تین کو ایک طلاق مان لیں تو کیا حرج ہے، خاندان ٹوٹنے سے بچ جائے گا، یہ عجیب وغریب منطق ہے کہ تین کو ایک مانا جائے، یہ تو نہ عقلی ہے نہ منطقی، تین تو تین ہے اور ایک، ایک ہے، اس تین کو ایک کہنے کا جواز کسی طور سمجھ میں نہیں آتا، لیکن اسلام نے تین کو تین کہہ دیا تو اب اس کے خلاف کرنا ہے، اس لیے ساری طاقت تین کو ایک ثابت کرنے میں لگائی جارہی ہے، کسی نے تین روپے دیا تو آپ کس طرح ایک روپے کہہ کر دو کو القط کر دیں گے؟ کسی نے تیس ہزار روپے دیا تو آپ ایک لاکھ اسے کس طرح تسلیم کریں گے؟ معلوم ہوا کہ نہ تین ایک ہوسکتا ہے اور نہ ایک تین۔

ایک سوال تین طلاق کے نفاذ پر بھی اٹھایا جاتا ہے، کہ تین طلاق ایک مجلس میں دینا شریعت کے مقرر کردہ طریقے کے خلاف ہے، اس لیے اس کو نافذ نہیں ہونا چاہیے، یہاں اعتراض کرنے والے یہ بات بھول جاتے ہیں کہ ایک ہے کسی چیز کا غلط استعمال اور ایک ہے غلط استعمال کے نتائج واثرات، دونوں الگ الگ چیز ہے کسی کو گولی مارنا غلط ہے، بندوق کا استعمال غلط کیا گیا، کسی کو چاقو مار دی گئی، چاقو کا غلط استعمال ہوا، لیکن کون عقلمند یہ کہے گا کہ بندوق اور چاقو کے غلط استعمال کی وجہ سے آدمی بھی محفوظ رہ جائے گا، اس کی جان نہیں جائے گی، کیونکہ آلہ کا غلط استعمال ہوا ہے، جس طرح گولی اور چاقو لگنے کے بعد آدمی کی جان جاسکتی ہے آدمی زخمی ہوجاتا ہے، اسی طرح تین طلاق کا یک بارگی استعمال واقعۃً غلط ہے، لیکن استعمال کے غلط ہونے کی وجہ سے اثرات کے طور پر نکاح ٹوٹ جائے گا اور عدد کے اعتبار سے حکم لگایا جائیگا۔ طلاق کا نفقۂ عدت شوہر کے ذمہ ہے، اسے اچھے طریقہ پر اپنے گھر سے الوداع کہنا بھی اس کی اخلاقی ذمہ داری ہے، لیکن جب تک وہ دوسری شادی نہ کرلے یا تا حیات، سابق شوہر سے کھانا خرچہ دلانا کون سی عقلمندی ہے، جب نکاح کا رشتہ ختم ہوگیا اور دونوں کے راستے جدا ہوگئے۔ تو اب وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں، سابق شوہر سے اس کا کوئی رشتہ کسی درجہ میں باقی نہیں ہے، اس لیے عدت گذرنے کے بعد وہ اپنے نفس کی مجاز ہے، کسی بھی مؤمن مرد سے رشتہ کرسکتی ہے، پھر بھلا مرد کیوں اس نفقہ کا ذمہ دار ہوگا، اور کیوں اسے Maintenance دلایا جائے گا، یہ عورت کی غیرت کے بھی خلاف ہے کہ جس نے اپنے نکاح میں باقی نہیں رکھا اس کے کھانا خرچہ پر وہ زندگی گذارے، کھانا خرچہ لازم کرنے کی وجہ سے عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا بھی خطرہ ہے، طلاق کے بعد کھانے خرچہ کا تعلق اسے کبھی بھی معصیت میں مبتلا کرسکتا ہے۔

ایک سوال یہ بھی کھڑا کیا جاتا ہے کہ عورت بوڑھی ہوگئی اور اس کے شوہر نے طلاق دیدی، عمر کی اس منزل میں اس کی شادی بھی نہیں ہوسکتی پھر وہ کہاں رہے گی، کس طرح زندگی بسر کرے گی، ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ شریعت نے کسی کو لاوارث نہیں چھوڑا ہے، اس حالت میں اس کا کھانا خرچہ ان لوگوں پر لازم ہے جو عورت کے پاس مال ہونے کی صورت میں اس کے وارث ہوتے، وہ والد بھی ہوسکتے ہیں اور بھائی وغیرہ بھی، میکے میں بھی کوئی نہیں ہو تو حکومت اور امارت شرعیہ کے امیر اس کے ولی ہوں گے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أنا ولي من لا ولي له. جس کا کوئی ولی نہیں، میں اس کا ولی ہوں، یعنی حکومت اور امیر اس کی کفالت کے لیے فکر مند ہوں گے، اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ اسلام میں کوئی لاوارث نہیں ہے، جس کی دیکھ ریکھ کی ذمہ داری کسی پر نہ ہو۔

طلاق کے حوالہ سے یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ غصہ اور نشہ کی طلاق کو نافذ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ان دونوں حالت میں آدمی اپنے آپ میں نہیں رہتا، یہ اعتراض بھی لایعنی اور فضول ہے، کبھی آپ نے سنا کہ کسی نے اپنی بیگم کو محبت میں طلاق دی ہو، طلاق تو غصہ ہی میں دی جاتی ہے، غصہ کی طلاق کو نافذ نہ ماننے کا مطلب ہوگا کہ طلاق تماشہ بن کر رہ جائے اور اس کے اثرات واقع نہ ہوں، اسی طرح نشہ کی طلاق کا معاملہ ہے، نشہ میں جو شخص طلاق دے رہا ہے، وہ اس قدر ہوش وحواس میں ضرور ہے کہ وہ یہ جان رہا ہے کہ طلاق بیوی کو دی جاتی ہے، ماں بہن کو نہیں، اگر نشہ میں اس کی عقل نے جواب دے دیا تو اس نے ماں بہن کے لیے طلاق کے الفاظ کیوں نہیں استعمال کئے، بیوی کو طلاق دینے کا سیدھا اور صاف مطلب ہے کہ نشہ کے باوجود اس کے اندر تمیز کی صلاحیت ہے اور تمیز کی صلاحیت کی وجہ سے ہی نشہ کے حالت کی طلاق نافذ ہوجاتی ہے۔

طلاق کبھی جبر واکراہ کے ساتھ بھی دی جاتی ہے، اگر جبر واکراہ میں تحریر کے ساتھ زبان کا استعمال بھی کرلیا تو طلاق نافذ ہوجائے گی۔ حالانکہ جبر واکراہ کی صورت میں کلمۂ کفر قابل اعتبار نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کا محل قلب ہے اور طلاق کا محل زبان، جب چیز اپنے محل سے نکل جائے گی تو اس کا اثر پڑے گا، جبر واکراہ اگر کلمۂ کفر کے کہنے پر ہوا اور قلب ایمان پر مطمئن ہے تو صرف کلمہ کفر کے کہنے سے ایمان نہیں جائے گا، اس کے برعکس طلاق کا محل زبان ہے اور جبر واکراہ میں طلاق کا لفظ اس نے زبان سے کہہ دیا تو اب یہ طلاق محل سے ادا ہوجانے کی وجہ سے نافذ ہوگی۔ (بقیہ صفحہ: ۱۱؍ پر)

اللہ کی باتیں----- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

اتراؤنہیں

"لَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتَاكُمْ" (حدید:۲۳) اللہ نے جو کچھ دیا ہے، اس پر اتراؤ نہیں، اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔

مطلب: اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو مال و دولت اور جاہ و منصب کی نعمتوں سے نوازا ہے یا فضل و کمال کی دولت عطا کی ہے ان کو چاہئے کہ وہ اللہ کا شکر بجالائیں، کیونکہ دنیا کی نعمتوں پر اترانے والے اور فخر کرنے والے اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں، اکثر یہ ہوتا ہے جب کسی انسان کے اندر خودستائی، خود بینی کا مرض لاحق ہوجاتا ہے تو اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہونے لگتی ہے اور یہیں سے اس کا زوال بھی شروع ہوجاتا ہے، ماضی کی قوموں کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب انہوں نے مال و دولت کی بہتات پر اترانا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کردیا، ارشاد ربانی ہے "وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتُهَا" ہم نے بہت سی بستیوں کو جن کو اپنے سامان عیش و عشرت پر ناز تھا، مضبوط اور مستحکم قلعے تھے اور حفاظتی سامان تھے سب خاک میں مل گئے، کیونکہ اس کی خودنمائی اور خودرائی نے اس کو کبر و غرور میں مبتلا کردیا تھا، اس نے اپنی طاقت اور قوت کی نمائش شروع کردی تھی جو ان کی تباہی کا سبب بنی، اس لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاقی رزائل کے سارے ذرائع کا انسداد کیا، ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص کسی کی مبالغہ آمیز طریقہ پر تعریف کردیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا کہ تم نے اس کو ہلاک کردیا، ایک بار آپ کے سامنے کسی کا ذکر آیا تو ایک شخص نے اس کی تعریف کی، آپ فرمایا کہ تم نے اس کی گردن کاٹ دی، اگر کسی کی تعریف ہی کرنی ہے تو یہ کہو کہ میں اس کو ایسا سمجھتا ہوں، مدح کی یہ ممانعت اس لئے کی گئی ہے کہ اس سے ممدوح میں عجب، خود بینی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ایک جگہ لکھا کہ ان نصوص پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عُجب و خود بینی ایک فریب کا نام ہے اور جب اس فریب کا پردہ چاک ہوجاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت جلوہ سراب سے زیادہ نہ تھی، لیکن معاشرتی اور سیاسی حیثیت سے تو یہ وہ دنیا ہی میں چاک ہوجاتا ہے، مگر مذہبی حیثیت سے آخرت میں چاک ہوگا (سیرۃ النبی) اس لئے اس بیماری کا سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ کوئی اپنی خوبی کو اپنی کوشش کا نتیجہ نہ سمجھے، مال و دولت اور جاہ و منصب کو فضل خداوندی اور عطیہ ربانی تصور کرے اور نفس کے دھوکہ میں نہ آئے، جو عمل خیر کرے وہ صرف اللہ کی رضا کے لئے کرے اور اس حدیث کو پیش نظر رکھے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کوئی نیکی اس غرض سے کرے تاکہ لوگ سنیں اور اس کی شہرت ہو، اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے رسوا کردے گا اور اس کی برائی کو مشہور کردے گا اور جو کوئی لوگوں کو دکھا کر کوئی عمل کرے گا تاکہ لوگ اسے بڑا کہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو لوگوں پر ظاہر کردے گا۔

ریاکاری سے بچیئے

"حضرت محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ 'شرک اصغر' کا ہے، بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرک اصغر کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ریا اور دکھاوے کے لئے کام کرنا" (مسند احمد)

وضاحت: اگر کوئی شخص اللہ کی عبادت، ذکر و تلاوت اس غرض سے کرتا ہے کہ لوگ اس کو عبادت گذار، تہجد گذار اور نیکوکار سمجھیں اور اس کی بنیاد پر دنیاوی منفعت و وجاہت حاصل کرے تو یہ ریاکاری اور دکھاوا ہے جو کہ نہایت ہی ناپسندیدہ عمل ہے حدیث پاک میں اس کو شرک اصغر کہا گیا ہے کیونکہ اس نے اللہ کی رضا و خوشنودی کے بجائے لوگوں میں اپنے لئے معزز و محترم بننے کا دکھاوا کیا، اس میں گرچہ حقیقی شرک نہیں ہے لیکن اس میں ایک درجہ شرک کا پہلو نکلتا ہے، جب کوئی عمل اخلاص سے خالی ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ دنیا میں اس کو کچھ فائدہ حاصل ہوجائے، آخرت میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے، سنن نسائی میں ایک طویل حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن پہلے جن تین لوگوں کو طلب کیا جائے گا اور ان کے اعمال کا محاسبہ کرنے کے بعد فیصلہ ہوگا ان میں ایک شہید ہوگا، دوسرا معلم و مدرس ہوگا اور تیسرا مالدار شخص ہوگا، ان تینوں سے اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کے بارے میں دریافت کرے گا، وہ سب اپنے اپنے کارنامے بتلائیں گے، مگر چونکہ ان کے اعمال اخلاص و للّٰہیت کے جذبے سے عاری ہوں گے، صرف دکھاوا اور شہرت کی خاطر اپنے اپنے اعمال انجام دیئے ہوں گے، اس لئے ان کے اعمال حبط ہوجائیں گے اور حشر کے دن انہیں ذلت و رسوائی کے ساتھ سخت سزا دی جائے گی،، ظاہر ہے کہ ایسا عمل جو صرف دکھاوے کے لئے ہو اس میں اخلاص نہ ہو تو اللہ کے یہاں اس کی کوئی قیمت نہیں ہوگی، کیونکہ 'ایمان' اخلاص کا نام ہے اور عبادتوں کے لئے اخلاص ضروری ہے، اس لئے اپنے اعمال و کردار کو اخلاص کی خوشبو سے معطر کیجئے، دلوں سے ریا، شہرت اور چاپلوسی کو نکالئے اور اللہ کی رضا کے لئے حسن نیت کے ساتھ عمل کیجئے، اگر عمل چھوٹا ہو اور اخلاص کے جذبے سے معمور ہو تو اس نمائشی عمل سے بہت بہتر ہے جو زیادہ کیا گیا ہو اور لوگوں کے دکھاوے کے لئے کیا گیا ہو، ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جب کہ خدا کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا، خدا سات آدمیوں کو اپنے سایہ میں لے گا، جن میں ایک وہ شخص ہوگا جس نے صدقہ اس طرح چھپا کر دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو یہ نہ معلوم ہوسکا کہ اس نے داہنے ہاتھ سے کیا دیا، اس لئے ایمان والوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے تمام اعمال کے اندر خلوص پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اپنے اعمال کو ضائع اور اکارت ہونے سے بچائیں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

ٹیلی فون اور انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت

س: کہا جاتا ہے کہ بیع (خرید وفروخت) کا معاملہ ایک ہی مجلس میں ہو تو بیع مکمل ہوگی ورنہ نہیں، آج کل فون، انٹرنیٹ اور ویڈیو کانفرسنگ کے ذریعہ خرید وفروخت کے بڑے بڑے معاملات طے ہوتے ہیں اور بیع مکمل سمجھی جاتی ہے، حالانکہ مجلس ایک نہیں ہوتی، سوال یہ ہے کہ اس کے طرح کی بیع درست ہے یا نہیں؟

ج: خرید وفروخت کے دوران ایجاب وقبول کے لئے اتحاد مجلس ضروری ہے:"وشرطه أن يكون الايجاب والقبول في مجلس واحد" (الفقه الاسلامي وادلته:۵/ ۳۵۱ ۲) لیکن اتحاد مجلس سے مراد صرف مکان کا اتحاد نہیں، بلکہ اس زمانہ اور وقت کا بھی اتحاد ہے، جس میں بائع اور مشتری عقد میں مشغول ہوں۔

لہذا صورت مسئولہ میں فون یا انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ کرنے میں اگرچہ بائع اور مشتری دونوں الگ الگ جگہوں پر ہوتے ہیں، لیکن دونوں جانب سے ایجاب وقبول کا زمانہ اور وقت ایک ہی ہوتا ہے، لہذا ان آلات کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ شرعاً جائز و درست ہے:"ليس المراد من اتحاد المجلس المطلوب في كل عقد كما بينا كون التعاقدين في مكان واحد لانه قد يكون مكان احدهما غير مكان الآخر، اذا وجد بينهما واسطة اتصال كالتعاقد بالهاتف او اللاسلكي أو بالمراسلة، وانما المراد باتحاد المجلس اتحاد الزمن أو الوقت الذي يكون المتعاقدين مشتغلين فيه بالتعاقد فمجلس العقد هو الحال التي يكون فيها المتعاقدان مقبلين على التفاوض في العقد" (الفقه الاسلامي وادلته:۴/ ۲۹۵۰)

زمین کی رجسٹری کے اخراجات

س: خالد نے راشد سے ایک زمین خریدی اس کی رجسٹری ہونی ہے، سوال یہ ہے کہ زمین کی رجسٹری کے اخراجات کس کے ذمہ ہیں، بائع پر یا مشتری پر؟

ج: رجسٹری میں دستاویز مشتری (خریدار) کے لئے بنائے جاتے ہیں اور اصول یہ ہے کہ کام جس کے لئے کیا جائے، اجرت بھی اسی پر واجب ہوگی، لہذا صورت مسئولہ میں زمین کی رجسٹری کے اخراجات مشتری پر لازم ہوں گے: "واجرة الكيال وناقد الثمن على البائع... واجرة وزان الثمن على المشتري لما بينا انه هو المحتاج إلى تسليم الثمن وبالوزن يتحقق التسليم" (هداية:۳/ ۲۹)

بیعانہ کی رقم واپس نہ کرنا

س: راشد نے خالد سے پانچ لاکھ میں ایک کٹھا زمین خریدی، پچاس ہزار روپے بطور بیعانہ خالد کو دے دیا اور باقی رقم کے لئے ایک ماہ کا وقت لیا گیا، طے یہ پایا کہ ایک ماہ میں رقم ادا نہیں کیا تو معاملہ ختم سمجھا جائے گا، کسی وجہ سے راشد وقت مقررہ پر رقم ادا نہیں کرسکا، اب خالد زمین دینے اور رقم واپس کرنے سے انکار کررہا ہے، کیا یہ درست ہے؟

ج: صورت مسئولہ میں وقت پر روپیہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے شرط کے مطابق خالد کو بیع کے ختم کرنے کا اختیار حاصل ہے، لیکن بیع کے ختم کرنے کے بعد راشد کی طرف سے دی گئی بیعانہ کی رقم اس کو واپس کرنا لازم وضروری ہے۔ خود رکھ لینا اور اس کو نہ دینا شرعاً صحیح نہیں ہے:"عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع العربان" رواه مالك وابو داؤد وابن ماجه (مشكوة المصابيح، ص:۲۴۸)

"هو أن يشترى السلعة ويدفع الى صاحبها شيئا على أنه أن أمضى البيع حسب وان لم يمض البيع، كان لصاحب السلعة ولم يرتجعه المشترى وهو بيع باطل عند الفقهاء لما فيه من الشرط والغرر" (مرقاة المفاتيح:۳/ ۳۲۲)

سامان خریدنے کے بعد تشہیر کے مطابق سامان کو نہ پانا

س: آج کل آن لائن سامان کی خریداری ہوتی ہے، اس میں جو بھی سامان خریدنا ہو آن لائن اس کی پوری تفصیل موجود ہوتی ہے، خریدار پورے طور پر جب مطمئن ہوجاتا ہے تو اس کا آڈر کردیتا ہے، اگر سامان آنے کے بعد تشہیر میں بیان کردہ کوئی وصف نہ پایا جائے تو کیا اس بنیاد پر اس کو واپس کیا جاسکتا ہے؟

ج: صورت مسئولہ میں جبکہ خریدار اشتہار میں بیان کردہ اوصاف کی وجہ سے اس چیز کے خریدنے پر آمادہ ہوا لیکن خریدنے کے بعد کوئی وصف اس میں نہیں پایا تو ایسی صورت میں اس کو خیار وصف حاصل ہوگا، اگر چاہے تو بیع کو فسخ کرکے اپنی رقم واپس لے لے اور اگر چاہے تو پوری قیمت میں اس کو لے لے:"ومن باع عبدا على أنه خباز أو كاتب وكان بخلافه فالمشترى بالخيار ان شاء اخذه بجميع الثمن وان شاء ترك لان هذا وصف مرغوب فيه فيستحق في العقد بالشرط ثم فواته يوجب التخيير" (هداية:۳/ ۳۵)

خراب سامان واپس لے کر اس کے بدلہ صحیح سامان دینا

س: اگر آپ نے کوئی سامان کسی دکاندار سے خریدا اور اس میں کوئی عیب یا خرابی کی وجہ سے واپس کرنے جائیں تو دکاندار رقم واپس کرنے کے بجائے کوئی دوسرا سامان لینے پر مجبور کرتا ہے کیا یہ درست ہے؟

ج: مبیع (سامان) میں کسی عیب کی بنیاد پر اس کو واپس کرکے رقم واپس لینا یہ مشتری کا حق ہے اور یہ حق مشتری کے صراحۃً یا دلالۃً ساقط کئے بغیر ساقط نہیں ہوتا، لہذا صورت مسئولہ میں جب مشتری نے سامان میں کوئی خرابی اور عیب پالیا تو اب اس کو یہ اختیار ہے کہ چاہے تو اس عیب دار سامان کو طے شدہ پوری قیمت کے عوض رکھ لے اور اگر چاہے تو اس کو واپس کرکے پوری قیمت واپس لے لے، بائع کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ عیب دار مبیع کے بدلہ صحیح سالم مبیع یا کوئی دوسرا سامان لینے پر مجبور کرے، البتہ اگر خریدار اس پر راضی ہوجائے تو شرعاً جائز ہے:"اذا اطلع المشترى على عيب في المبيع فهو بالخيار ان شاء اخذه بجميع الثمن وان شاء رده" (الهدايه:۳/ ۴۰، باب خيار العيب) ۔فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 62/72 شمارہ نمبر 32 مورخہ یکم صفر المظفر ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۹/اگست ۲۰۲۲ء روز سوموار

چیف جسٹس کی فکرمندی

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس این وی رمن جلد ہی اپنے عہدے سے سبکدوش ہونے والے ہیں، اپنے طویل پیشہ دارانہ تجربات کی وجہ سے ہندوستان میں عدلیہ سے جس طرح اعتماد اٹھتا جا رہا ہے، اس سے وہ کافی فکرمند ہیں، انہوں نے عدلیہ سے اعتماد کھونے کو جمہوریت کی بقا کے لیے خطرہ قرار دیا اور اس بات کو یقینی بنانے کی ضرورت پر زور دیا کہ عوام کا بھروسہ عدلیہ سے نہ اٹھے، اس کے لیے ضروری ہے کہ جج اور وکلاء مل کر زیر التوا مقدمات میں جلد انصاف فراہم کرائیں، ان کی رائے ہے کہ وکلاء کو عدالت کے علاوہ معاشرہ میں تبدیلی کے لیے بھی کام کرنا چاہیے، اس لیے کہ معاشرہ کے پُرامن اور متحد ہونے کی صورت میں ترقی کا عمل آسان ہوتا ہے، جسٹس رمن وجے واڑہ میں نوتعمیر شدہ کورٹ کمپلکس کے افتتاحی تقریب میں وکلاء، جج اور دانشوروں کے ایک مجمع سے خطاب کر رہے تھے۔

جسٹس رمن کی پوری تقریر کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے جو کہا سچ کہا اور سچ کے سوا کچھ نہیں کہا ہے، اس لیے کہ عدالتوں میں زیر التوا مقدمات کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے، پچاس (۵۰) مقدمات کا فیصلہ ہوتا ہے، تو سو (۱۰۰) نئے درج ہو جاتے ہیں، پارلیامنٹ کے حالیہ مانسون اجلاس میں ایک سوال کے جواب میں وزیر قانون نے بتایا کہ ملک بھر کی عدالتوں میں چار کروڑ تراسی لاکھ سے زائد مقدمات سماعت کے منتظر ہیں۔ چار کروڑ سے زائد نچلی عدالتوں میں اور سپریم کورٹ میں بہتر ہزار مقدمات پر اب تک کوئی کارروائی نہیں ہو سکی ہے۔

عدالتوں کے بعض فیصلے ضابطے اور قانون کے اعتبار سے جس قدر بھی اہم ہوں اور عدالتی وقار کے پیش نظر جس قدر اس کا احترام کیا جائے، عوام کے حلق سے نیچے نہیں اتر پاتے، ایسے میں عوام یہ سمجھنے لگی ہے کہ عدلیہ پر حکمراں طبقہ کا سخت دباؤ ہے، اور فیصلے قانون کی پاسداری کے بجائے دباؤ کے نتیجے میں آرہے ہیں، بلکہ بعض لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ معاملات و مسائل پر فیصلے حکمراں کرتے ہیں، اور عدالت اسے قانونی زبان فراہم کرتی ہے، اس دباؤ کا اظہار کئی مرتبہ جج صاحبان کی زبانی بھی سامنے آچکا ہے، اس لیے عوام کی اس سوچ کو یکسر بے بنیاد بھی نہیں کہا جا سکتا۔

عدالت میں مقدمات کے التواء اور فیصلے میں تاخیر کی وجہ سے جمہوریت کو بڑا خطرہ لاحق ہے، اس کی وجہ سے قانون شکنی اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے واقعات سامنے آرہے ہیں، ریاستیں عدالت کے فیصلے کو نافذ کرنے میں آنا کانی کرتی ہیں اور اس کی منشا کے خلاف کبھی کبھی اس کے فیصلے رد بھی کر دیے جاتے ہیں، جیسا بلقیس بانو کے معاملہ میں ہوا، سپریم کورٹ نے مکان اور سرکاری ملازمت دینے کا ریاست کو حکم دیا تھا، جس پر عمل نہیں ہو سکا، اور اس کے برعکس اجتماعی عصمت دری معاملہ میں عمر قید کے سزایافتہ مجرمین کو گجرات حکومت نے چھوڑ دیا، اور چھ ہزار سے زائد دستخطوں سے جاری اس عرضی پر کوئی غور نہیں کیا گیا، جس میں مجرمین کو پھر سے سلاخوں کے پیچھے ڈالنے کی تجویز رکھی گئی ہے مجرمین بے خوف ہو کر گھوم رہے ہیں۔

ان حالات میں عدلیہ کو اپنا کردار غیر جانب دار ہو کر ادا کرنے کی ضرورت ہے، عدالت جمہوریت کا اہم ستون ہے، اگر اس پر سے بھی عوام کا اعتماد اٹھ گیا تو جمہوریت کے ساتھ، ملک کا بھی بڑا نقصان ہو جائے گا۔

گداگری

کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا، بھیک مانگنا اور گداگری کرنا، انسانی غیرت وحمیت اور خودداری کے خلاف ہے، اب بھی سماج میں بڑی تعداد میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو بھوکے رہنا، فاقہ پر فاقہ کرنا اور اپنی ضروریات کو مفلسی کی باعزت چادر تلے دبا کر سو جانا پسند کرتے ہیں، وہ بے چین ضرور ہوتے ہیں؛ لیکن اس بے چینی میں بھی انہیں اتنا اطمینان ہوتا ہے کہ سر کے نیچے تکیہ نہیں ہوتا تو اپنی ہتھیلی کو تکیہ بنا لیتے ہیں، دن بھر کی سخت محنت ومشقت کے بعد بھی ان کے سروں پر چھت نہیں ہے، اور وہ برسہا برس؛ بلکہ کبھی پوری زندگی فٹ پاتھ پر سو کر گذار دیتے ہیں، کیونکہ اس حالت میں ان کی خودداری اور غیرت کو ٹھیس نہیں لگتی ہے، اور وہ مانگنے کی ذلت سے بچ جاتے ہیں، لیکن سماج کا ایک طبقہ وہ ہے جن کے نزدیک گداگری بھی دوسرے پیشوں کی طرح ایک پیشہ ہے، باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ گداگر بنانے کے لئے پورا ریکٹ کام کرتا ہے، چھوٹے بچوں کو اغوا کر کے انہیں اپاہج بنا دینا، اور انہیں گداگری کے پیشے سے لگا دینا عام سی بات ہے، سڑک کے کنارے اور عام گزرگاہوں پر ایسے گداگروں کی بڑی تعداد آپ روزانہ دیکھتے ہیں جن کے اعضاء وجوارح اس طرح ناکارہ ہیں کہ وہ جانوروں کی طرح رینگ بھی نہیں سکتے، یہ پیدائشی اپاہج نہیں ہیں، انہیں پڑھے لکھے گداگروں نے اس حالت تک پہونچا دیا ہے، انہیں صبح سویرے کوئی متعینہ مقام پر چھوڑ جاتا ہے اور دیر رات گئے اٹھا کر لے جاتا ہے، غذا کے لئے چند لقمے کے بدلے دن بھر کی حصولیابی پر قبضہ جما لیتا ہے، ہم انہیں معذور سمجھ کر مدد کرتے ہیں، لیکن ہماری امداد ان کے کام نہیں آکر ان طاقتور گداگروں کے کام آتی ہے، جو اسے ایک صنعت سمجھتے ہیں، اور بغیر کسی پونجی کے آمدنی کا ذریعہ بھی، یہ ذریعہ اتنا کارگر ہے کہ ایک سروے کے مطابق ممبئی کے بھکاریوں کی کل سالانہ آمدنی ایک سو اسی کروڑ روپے ہے، اور پیشہ وارانہ چپقلش کی وجہ سے قتل وغارت گری تک کی نوبت آ گئی ہے، پولس کو ایک قتل معاملہ کی تفتیش کے دوران معلوم ہوا کہ یہ فقراء سود پر روپے کا لین دین کرتے ہیں اور قتل اسی لین دین میں گڑبڑی کی وجہ سے ہوا ہے۔

ہمیں اس صورت حال پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارے تعلیمی ادارے کی تعلیم وتربیت میں کوئی کمی ہے، جس کی وجہ سے ایک بڑی تعداد کو گداگری کے پیشے سے منسلک ہونے پر مجبور ہونا پڑ رہا ہے، غور طلب یہ بھی ہے کہ روزگار کے حصول کی غیر یقینی صورت حال، استحصال اور سخت جدوجہد کا خوف تو اس کا محرک نہیں ہے، ہم نے جن مقاصد کے حصول کے لئے تعلیم کے سارے شعبوں کی ڈور معاش کے حصول اور روزی روٹی سے جوڑ دیا ہے، کہیں ہم اس میں ناکام تو نہیں ہو گئے ہیں، سوال یہ بھی ہے کہ ہم نے جن پیشہ وارانہ تعلیم میں بچوں کو لگایا تھا، کیا اس میں معیار کی کوئی کمی رہ گئی، یا ہم ان کی تربیت اس انداز میں نہیں کر سکے، جو ان کے اندر غیرت وخودداری جیسے اوصاف حمیدہ پیدا کر پاتی، جس کے نتیجے میں ان کے اندر مفت خوری کا مزاج پروان چڑھ گیا، سوالات اور بھی کئی ہیں جو ہر آدمی اپنی سطح سے سوچ سکتا ہے۔

اسلام نے گداگری کو ہمیشہ ناپسند کیا ہے، اس کی تعلیم یہ ہے کہ مانگنا ذلیل کام ہے، اس لئے اس سے ہر ممکن اجتناب کرنا چاہئے اگر کسی کے پاس وقتی گذارے کے لئے کچھ ہے اور مفلسی ومحتاجی اتنی نہیں ہیکہ وہ بھوکے مر جائے گا تو اسے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلانا چاہئے، اسے صرف اور صرف اس رب العالمین سے مانگنا چاہئے جو ہماری ساری ضرورتیں پوری کرتا ہے، اور جس کے سامنے عاجزی، انکساری، اور گڑگڑانا ذلت نہیں، عبادت ہے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جوتے کا تسمہ بھی مانگنا ہو تو اللہ سے مانگو، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے اس فرمان پر اس قدر سختی سے عمل کیا کہ سواری پر جاتے ہوئے جانوروں کو تیز رفتار کرنے والا کوڑا اگر جاتا تو سواری سے اتر کر خود اٹھاتے اور کسی سے یہ نہیں کہتے کہ ذرا کوڑا بڑھا دو، یہ ان کی غیرت کی انتہا تھی، اسی غیرت وخودداری کی وجہ سے وہ پیوند پر پیوند لگے کپڑے پہن لیا کرتے تھے، پیٹ پر پتھر باندھ کر گذارہ کر لیتے تھے، ایک کپڑے میں زندگی گذار دیتے تھے لیکن کسی انسان سے مانگنے کو باعث شرم وعار اور انسانی نفس کی عظمت کے خلاف تصور کرتے تھے۔

دوسری طرف ایسے گداگروں کے لئے جن کے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ سامان موجود ہے، پھر بھی وہ گداگری پر اتر آتے ہیں، وعیدیں بھی آئیں کہ وہ قیامت کے دن اپنے چہروں کو نوچتے ہوئے آئیں گے ان کے چہرے پر گوشت کا نام ونشان نہیں ہوگا، ہڈیاں ہی ہڈیاں ہوگی۔ الامان والحفیظ۔

مانگنے والوں سے متعلق اس فرمان کا تقاضہ ہے کہ گداگری سے حد درجہ اجتناب کیا جائے اور نفس کی عزت کو ذلت میں نہ بدلا جائے یہ ہدایات مانگنے والوں کے لئے ہیں، اب اگر کوئی اپنے کو ذلیل کرنے پر ہی آمادہ ہو تو جود وبخشش وداد ودہش کرنے والوں کو دوسرے احکام دیئے گئے، اللہ رب العزت نے حکم دیا کہ جو مانگنے والا آئے اس کو جھڑکو مت اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کیا کرو، بیان کبھی تو زبان سے ہوتا ہے، اور کبھی حال سے، نعمتوں کے بیان کی یہ بھی ایک شکل ہے کہ فقرا کو کچھ دیدیا جائے اور اگر کچھ دینا ممکن نہ ہو تو انتہائی نرمی سے معذرت کر لی جائے، اس سلسلے میں مانگنے والوں کی ظاہری ہیئت کو معیار نہ بنایا جائے، حدیث میں آیا ہے کہ اگر مانگنے والا ایسے گھوڑے پر سوار ہو جس کی لگام سونے کی ہو تو بھی اس کو برا بھلا نہ کہا جائے، نہ معلوم وہ کن حالات کا شکار ہے، جس کی وجہ سے وہ تمہارے دروازہ پر آ گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ایک متوازن نظام دیا گیا ہے، جس میں کچھ ہدایات گداگروں کے لئے ہیں، اور کچھ داد ودہش کرنے والوں کے لئے، دونوں کو اپنی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہئے، روزگار کے مواقع پیدا کرنے چاہئے، استُحصال سے باز آنا چاہئے اور تعلیمی اداروں میں عزت نفس غیرت وخودداری کے فروغ کے لئے تربیتی نظام کو قائم کرنا چاہئے تاکہ گداگر کو گداگری کو معیوب سمجھنے لگیں۔

کانگریس اپنا محاسبہ کرے

اس میں کوئی شک نہیں کہ کانگریس اس ملک کی سب سے بڑی پرانی سیاسی پارٹی ہے، اس نے اپنے وجود کے ایک سو چوتیس پینتیس سال پورے کر لئے، ان سوسوا سو برسوں میں اس نے بہت سے نشیب وفراز دیکھے، لیکن بحیثیت سیاسی پارٹی کے اس کے وجود کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوا، ماضی میں اسے تین چار بار تقسیم کے عمل سے بھی گذرنا پڑا، آزادی کے قبل بھی اور آزادی کے بعد بھی، لیکن ان میں سے بیشتر پھر اس کے سایہ کے نیچے آ گئے۔

آج اسے ایک بار پھر شناخت کا مسئلہ درپیش ہے اور اسی مسئلہ کی وجہ سے اس کا استحکام متزلزل ہو رہا ہے، اور اس صورت حال کے لئے وہ لوگ ذمہ دار ہیں جو کانگریس کے طے شدہ نظریات پر مکمل یقین اور اعتماد نہیں رکھتے، اپنے بے تکے بیانات سے پارٹی کی ساکھ کو کمزور کرتے رہے ہیں، ششی تھرور اس معاملہ میں دو چار قدم آگے ہی ہیں یعنی کانگریسیوں کے اندر باہمی تال میل کے فقدان سے پارٹی کو نقصان پہونچ رہا ہے، اور شاید یہی وجہ ہے کہ مرکز سمیت متعدد ریاستوں میں وہ اقتدار سے محروم ہوئی، وہ مضبوط قلعے بھی منہدم ہو گئے، جہاں عرصہ تک ان کی حکومت تھی، اس کی بنیادی وجہ پارٹی کا اندرونی خلفشار اور انتشار ہے جو فکری بھی ہے اور عملی بھی، اس کے لئے سب سے پہلے پارٹی اپنے قول وعمل کا محاسبہ کرے۔ اپنی بنی ہوئی عوامی حمایت اور کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کرے، مسلمانوں کو اعتماد میں لے کر اپنا سیکولر چہرہ سامنے لائے، دیکھا یہ جا رہا ہے کہ ۲۰۱۹ء کے عام انتخابات کے بعد وہ شکست خوردگی کی چادر اوڑھ کر سوتی جا رہی ہے، الیکشن میں ہار جیت ہوتی رہتی ہے، راہل گاندھی کا کانگریس کی صدارت سے راہ فرار اختیار کر لینا گویا میدان چھوڑ کر بھگنا اور پارٹی کو بے سروسامانی کی حالت میں چھوڑنا ہے، شکست سے زیادہ شکست خوردگی کا احساس جان لیوا ہوتا ہے، اور ملک جن نظریاتی جنگ سے گذر رہا ہے، ان حالات میں اگر اس نے اپنی موثر قیادت اور اپوزیشن کا رول نہیں نبھایا تو آنے والے دنوں میں ملک کے جمہوری ڈھانچوں کے تانے بانے بکھرنے شروع جائیں گے پھر پارٹی کا وجود بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔

یادوں کے چراغ : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا یعقوب منشی اسماعیل رح

مشہور ماہر فلکیات، نامور عالم دین، قرآن کریم کے عاشق، نمونۂ اسلاف، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے سابق استاذ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید، درجنوں اداروں، مساجد، ومدارس کے سر پرست، جامعہ علوم القرآن جمبوسر کے قیام کے محرک اور اس کے رکن حضرت مولانا محمد یعقوب قاسمی بن منشی اسماعیل (گجرات) کا برانوے (۹۲) سال کی عمر میں ان کے وطن ثانی ڈیوز وری، یوکے میں انتقال ہوگیا، تاریخ ۱۹/محرم ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۸/اگست ۲۰۲۲ء کی تھی، جنازہ کی نماز ڈیوری میں ادا کی گئی اور وہیں مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، مولانا مرحوم کی ولادت چودہ محرم ۱۳۵۰ھ مطابق یکم جون ۱۹۳۱ء کو راندیر ضلع کے مشہور قصبہ کاوی میں ہوئی، ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حاصل کرنے کے بعد انہوں نے متداول نصابی کتابوں کو جامعہ اشرفیہ راندیر میں سبقاً سبقاً پڑھا، مختلف علوم وفنون اور عربی زبان وادب مضبوط صلاحیت پیدا کی، علمی تشنگی باقی تھی اس لیے دار العلوم دیو بند کا رخ کیا، اور یہاں کے نامور اساتذہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے صحیح بخاری، علامہ ابراہیم بلیاوی سے صحیح مسلم، مولانا اعزاز علی امروہوی سے سنن ابوداؤد، مولانا فخر الحسنؒ سے سنن نسائی، مولانا ظہور احمد دیو بندی سے سنن ابن ماجہ پڑھی، ان کے درسی افادات سے فائدہ اٹھایا اور ۱۳۷۲ھ میں سند فراغ حاصل کیا۔

تدریسی زندگی کا آغاز جامعہ اسلامیہ ڈابھیل گجرات سے کیا، کم وبیش دس سال یہاں درس وتدریس سے وابستہ رہے، اور فقہ واصول فقہ کی کتابیں زیر درس رہیں، ۱۹۶۴ء میں وہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ تشریف لائے اور حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ سے کار قضا کی تربیت لی اور اس میں مہارت پیدا کی، امارت شرعیہ سے استفادہ کا تذکرہ وہ اپنی مجلسوں میں کیا کرتے تھے، میں نے یہ بات ان سے بلا واسطہ سنی ہے، ہر ملاقات میں وہ اکابر امارت شرعیہ کا تذکرہ بھی بڑی محبت سے کیا کرتے، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمۃ اللہ کے تو وہ عاشق تھے، امارت شرعیہ سے قضا کی تربیت مکمل ہونے کے بعد ۱۵/رمضان ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں برطانیہ کا رخ کیا اور وہاں شمالی برطانیہ کے ایک قصبہ ڈیوز وری کو اپنا مستقر بنایا، برطانیہ میں عائلی مسائل کو اسلامی انداز میں حل کرنے کے لیے دار القضاء کے نظام کو رائج کیا، البتہ مقامی مصلحت کی وجہ سے یہ نام انہوں نے نہیں استعمال کیا۔ ۱۴۰۹ھ میں مجلس تحقیقات شرعیہ برطانیہ کو قائم کرکے اسے علمی تحقیقی ادارہ بنایا، ایک مسجد کی تعمیر کرائی، جسے وہ دینی واسلامی تعلیم کے فروغ کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے کاموں کے لیے بھی استعمال کرتے تھے، اس کام میں جو بے راہ روی آئی ہے اس پر تنبیہ بھی کرتے رہتے تھے۔

برطانیہ میں ان کی شناخت ماہر فلکیات کی حیثیت سے تھی، رویت ہلال اور برطانیہ کے اوقات صلوٰۃ کے بارے میں لوگ ان کی آرا کی قدر کرتے تھے، گو یہ مسئلہ وہاں ابھی بھی لاینحل ہے، قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ اور مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے برطانیہ کے اس قضیے کو حل کرنے کی بڑی کوشش کی، لیکن وہاں اٹھارہ اور بائیس ڈگری کا معاملہ طے نہ ہوسکا، جو اس مسئلہ کے حل کے لیے بنیادی چیز ہے۔

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے جب اسلامک فقہ اکیڈمی قائم کی تو اس کے سیمیناروں میں بہت پابندی سے شریک ہوا کرتے اور اپنے مقالہ کے ساتھ مناقشہ میں بھی خوب حصہ لیتے، دار العلوم ماٹلی والا بھروچ میں جب قاضی صاحبؒ نے رویت ہلال پر سمینار کرایا تو کلیدی مقالہ ماہر فلکیات کی حیثیت سے انہوں نے پیش کیا تھا۔ قاضی صاحب کے بعد ان کی توجہ کا مرکز مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ تھے، ان کے دور میں بھی فقہی سیمیناروں میں ان کی شرکت ہوتی رہی۔

جیسا کہ مذکور ہوا، اللہ نے انہیں تحقیق وتصنیف کی مضبوط صلاحیت دی تھی، اوقات صلوٰۃ اور رویت ہلال سے خاص دلچسپی تھی، اسلامی ماہ اور رویت ہلال شریعت وعلم فلک کی روشنی میں، برطانیہ میں صبح صادق کا وقت، برطانیہ میں اوقات نماز - مشاہدہ پر ایک نظر، اوقات صوم وصلوٰۃ، اسلامی نکاح وطلاق، برطانیہ واعلیٰ عرض البلاد پر صبح صادق وشفق کی تحقیق، ایصال ثواب کے لیے اجتماعی ختم قرآن وحدیث شریف کی شرعی حیثیت، ان کی معروف اور مقبول کتابیں ہیں، مولانا کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کا عاشق بنایا تھا، فرصت کے سارے اوقات تلاوت قرآن میں صرف کیا کرتے، میں نے اپنی بیش تر ملاقاتوں میں انہیں قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے پایا، تلاوت قرآن کے نورانی اثرات ان کے چہرے سے ہویدا تھے، وہ انتہائی وجیہ انسان تھے، لباس کے رکھ رکھاؤ نے انہیں اور بھی مرکز توجہ بنا دیا تھا۔

میری ملاقات مولانا سے پہلی بار فقہی سمینار ہی میں ہوئی تھی، پھر یہ تعلق بڑھتا گیا، امارت شرعیہ کا بھی کئی سفر انہوں نے کیا تھا، مسلسل ملاقات سے ایک تعلق خاطر ہوگیا تھا، پھر برطانیہ کا میرا سفر شروع ہوا، ڈیوز وری کی طرف جانا ہوتا تو قیام ان کی مسجد میں ہی ہوتا، جمعہ کا دن ہوتا تو مسجد میں خطاب مجھ سے کرواتے۔ فرصت ہوتی تو ایک وقت کی گھر پر دعوت بھی کرتے اور ممکنہ سہولت بہم پہونچانے کی کوشش کرتے، ۲۰۱۹ء میں میرا آخری بار سفر برطانیہ کا ہوا، وہ اس وقت انتہائی کمزور ہو چکے تھے، کمزوری کا اثر تمام اعضاء وجوارح اور قویٰ پر تھا، لیکن مختلف مسائل پر تبادلہ خیال کرنے کی کوشش کرتے رہے، انتقال سے قبل حافظہ نے ساتھ چھوڑ دیا تھا اور وہ بستر سے لگ گیے تھے، پھر موت کے فرشتے نے آواز لگائی اور انہوں نے رخصت سفر باندھ لیا۔

مولانا نے بھرپور زندگی گذاری وہ جامعہ علوم القرآن جمبوسر گجرات کی بنا کے محرک تھے اور پوری زندگی اس کے استحکام کے لیے ہر سطح پر تعاون فرماتے رہے، اس طرح یہ غم مولانا مفتی احمد دیولہ دامت برکاتہم اور ان کے صاحبزادگان کا غم ہے، ہم مولانا مرحوم کے تمام پس ماندگان، متعلقین کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں اور مغفرت تامہ کی دعا پر اس مضمون کا اختتام کرتے ہیں۔

کتابوں کی دنیا : ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

اندازِ سخن

سلطان احمد شمسی بن محمد یوسف مرحوم (ولادت ۳/مئی ۱۹۴۵) برداہا کمتول، موجودہ ضلع مدھوبنی کے رہنے والے ہیں، امارت شرعیہ کے پرانے نقیب ہیں، محکمہ ڈاک دربھنگہ سے سبکدوش، پبلک ریلیشن انسپکٹر ہیں، شاعری، مضمون نگاری اور سماجی خدمات سے شغف پہلے بھی تھا، سبکدوشی کے بعد اب یہ کُل وقتی مشغلہ ہے، کئی توصیفی اسناد وایوارڈ حاصل کر چکے ہیں، ہندوستان کے مختلف رسائل میں آپ کا کلام شائع ہوتا رہا ہے، ٹی وی پر برسوں آکاش وانی دربھنگہ سے ہفتہ وار جائزہ پیش کرتے رہے ہیں، اس کی وجہ سے تجزیاتی صلاحیت مضبوط ہے، مدحت رسول، ریت کا سفر کے بعد اب کے ''انداز سخن'' لے کر قارئین کی خدمت میں آئے ہیں، تیسرا، چوتھا شعری مجموعہ آیا ہی چاہتا ہے۔

انداز سخن دو سو صفحات پر مشتمل ہے، جن میں اکیس صفحات نثری تحریروں کے ہیں، انہیں صفحات میں انتساب مخلص کرم فرماؤں کے نام، مختصر تعارف اور پیش لفظ بقلم خود (شکیل شمسی) اور تقریظ ڈاکٹر ایم صلاح الدین کے قلم سے ہے، اس میں ایک مضمون پروفیسر آفتاب اشرف کے قلم سے ''مصمم عزم سے منزل کو پانے کی'' -عنوان سے ہے، عنوان ناقص اور پھُس پھسا سا ہے، البتہ مضمون کے مندرجات اچھے ہیں۔ اس کے بعد حمد، نعت اور ایک منقبت کو شامل کتاب کیا گیا ہے، اس کے بعد کتاب تین حصہ، غزل، نظم اور قطعات پر منقسم ہے، غزلوں کی تعداد چھیاسٹھ، نظموں کی تعداد پانچ، قطعات چھ اور ایک سہرا کو بھی جگہ دی گئی ہے، جسے ڈاکٹر امام اعظم ریجنل ڈائرکٹر مانو کولکاتہ کے صاحب زادہ ڈاکٹر نوا امام کی شادی میں پڑھا گیا تھا۔

مجموعہ کے مشتملات کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سلطان شمسی نے شاعری کے مختلف اصناف میں طبع آزمائی کے ساتھ ان اصناف کے تقاضوں کو اپنی شاعری میں برتنے کی کامیاب کوشش کی ہے، ان اشعار کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ادب میں رائج گروپ بندی سے وہ الگ ہیں، ان کی فکر، ان کی سوچ، ان کا تخیل اور ان کا انداز سخن ''مانگے کا اجالا'' نہیں ہے۔ ان کی شاعری خالص بندگی کے گرد تو نہیں گھومتی، لیکن بندگی کا عنصر اس میں ضرور پایا جاتا ہے، شاعری میں دو رجحان تو پہلے سے رائج ہے، ایک ادب برائے ادب اور ایک ادب برائے زندگی کا، ادب برائے ادب کا تصور اب ختم سا ہو گیا ہے اور ادب برائے زندگی کا مطلب مادیت پر مشتمل تخیلات ہیں، جو جدیدیت کے فیشن سے ٹکرا کر شاعری میں معمہ اور چیستاں اور افسانے میں بنیے کا روزنامچہ بن کر رہ گیا ہے اور الحاد ودین بیزاری کے جراثیم نئی نسلوں میں تیزی سے منتقل کر رہا ہے، ایسے میں ''ادب برائے بندگی'' کو رواج دینا چاہیے اور اس میں بڑی گنجائش اس لیے ہے کہ عشق مجازی سے متعلق لفظیات وتعبیرات سے عشق حقیقی تک پہونچنے اور پہونچانے کا کام ماضی میں بھی کثرت سے لیا جاتا رہا ہے اور اب بھی اس کی مثالیں ناپید نہیں ہیں، شاعر اپنے عہد کی پیداوار ہوتا ہے، وہ ان واقعات وحالات، حوادث، ومصائب سے متاثر ہوتا ہے، جو اس پر گذری یا اس کے ارد گرد سے گذر گئی، تخیلات ایسے ہی واقعات اور تاثرات کے سایے میں پیدا ہوتے، بڑھتے اور جواں ہوتے ہیں، شاعر کے کہنے کا انداز اس میں ندرت پیدا کرتا ہے اور سیدھے سادھے واقعات جب اشعار کے پیکر میں ڈھلتے ہیں تو وہ دلوں کو گرماتے اور عقل وشعور کو مہمیز کرتے ہیں، گرد وپیش کے حالات جب اشعار کے سانچے میں ڈھلتے ہیں تو شعراء وادباء اسے عصری حسیت سے تعبیر کرتے ہیں، سلطان شمسی کی شاعری میں عصری حسیت سے بھرپور اشعار کی تعداد بھی کم نہیں ہے، چند اشعار دیکھے۔

خون جگر سے سینچا تھا جس نے چمن کو بھی
نسبت کہاں کسی کو ہے اس باغباں کے ساتھ
آئے ہیں ملنے ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے
ان کو ہے مجھ سے کتنی عداوت سمجھ گیے
بڑھا ہے ظلم وستم اب تمہاری بستی میں
بہت ہی جلد خدا کا عذاب آئے گا

سلطان شمسی کے بعض اشعار سے گمان ہوتا ہے کہ انہوں نے دوسرے شعراء سے خیال مستعار لیا ہے، ادب کی دنیا میں اسے توارد بھی کہتے ہیں، جیسے شاعر کا یہ شعر دیکھیے:

جانے کیسی بادلوں کے درمیاں سازش ہوئی
میرا گھر مٹی کا تھا میرے ہی گھر بارش ہوئی

سلطان شمسی اسی بات کو چند الفاظ کے الٹ پھیر کے ساتھ کہتے ہیں:

دشمنوں کی جانے کیسی بادل سے کچھ بات ہوئی
بے چھپر کا گھر تھا میرا میرے گھر برسات ہوئی

دونوں کو آپ نے پڑھ لیا، تجزیہ کریں تو جو شاعری پہلے شعر میں ہے وہ سلطان شمسی کے یہاں نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مٹی کے گھر میں سر چھپانے کی گنجائش برسات میں بھی رہتی ہے، سلطان شمسی کے گھر پر تو چھپر ہی نہیں ہے، اس لیے بارش کا سارا قہر ان کے تن وبدن سے ہوکر گذر رہا ہے۔

سلطان شمسی کے یہاں چھوٹی بحر میں سہل ممتنع کی بھی مثالیں ملتی ہیں، ان میں ایسی روانی ہے جو سُبک بھی ہے اور زبان پر آسان بھی، آپ بھی دیکھیے:

رات اکیلی بھاری تھی — عشق نے بازی ہاری تھی
اس نے مکاں کو جلتے دیکھا — آندھی کی بھی باری تھی
میں نے اندھیروں میں ہی رہ کر — ہجر کی رات گذاری تھی

کتاب خوبصورت دیدہ زیب چھپی ہے، ٹائٹل دلکش ہے، البتہ دو سو صفحات کی قیمت تین سو روپے اردو کے قاری کی قوت خرید کے اعتبار سے زائد ہے، کہیں کہیں پروف کی غلطی رہ جانے کی وجہ سے بھی پریشانی ہوتی ہے، کتاب پڑھنے کے بعد آپ پروفیسر محمد آفتاب اشرف صدر شعبہ اردو متھلا یونیورسٹی سے کس قدر متفق ہوں گے یہ آپ پر چھوڑتا ہوں، البتہ ان کے ایک اقتباس پر اپنی بات ختم کرتا ہوں، لکھتے ہیں: ''سلطان شمسی نے اپنی فکر فنی جوہر سے اردو کی غزلیہ شاعری کو اعتبار اور وقار بخشا ہے۔'' پروفیسر مشتاق احمد رجسٹرار متھلا یونیورسٹی سے بھی صرفِ نظر کرنے کو جی نہیں چاہتا، لکھتے ہیں۔

''سلطان شمسی نے اپنی شاعری کو صرف قافیہ پیمائی تک محدود نہیں رکھا ہے، بلکہ انہوں نے معنیاتی (کذا) اعتبار سے بھی اپنی ایک منفرد شعری دنیا تخلیق کی، جو انہیں ہم عصروں سے ممتاز کرتی ہے۔''

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مواعظ میں ایسے متعدد سبق آموز واقعات مذکور ہیں، جن میں پند وموعظت سے دل چسپی رکھنے والوں کے لئے سامان عبرت ہے، اس لئے آپ کے مواعظ سے چند واقعات یہاں نقل کئے جاتے ہیں، تا کہ ان سے ہم سب عبرت حاصل کرسکیں، امید ہے کہ ہمارے قارئین اس کو پسند کریں گے۔

اللہ اللہ کئے جاؤ: ایک شخص ذکر اللہ کرتا تھا، تہجد میں اٹھتا تھا، شیطان نے اس کو بہکایا اور کہا ارے بڑے حوصلہ کی ضرورت ہے، اللہ اللہ کرنے کے لئے تو نے اتنا اللہ اللہ کیا، کیا فائدہ ہوا۔

بس وہ شخص ماہوس ہوکر آرام سے مکان میں جا کر سو رہا اور سوتے وقت ہی نیت کر لی کہ تہجد کو نہ اٹھوں گا، فائدہ کیا جب اتنے دن کی محنت کی اور کچھ نہ ہوا تو آگے ہی کیا ہوگا، بس وہ کام سے رہ گیا، یہ نیت کر کے سو گیا کہ میں تہجد میں نہ اٹھوں گا، خواب میں فرشتے کے ذریعہ اس کو تنبیہ کی گئی کہ فرشتے نے کہا بھائی حق تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ آج تو نے میرا نام کیوں نہیں لیا، کہا کہ میں عرصہ سے نام لیتا تھا مگر ادھر سے کچھ جواب ہی نہیں ملتا، میں نے یہ سمجھا کہ میرا عمل قبول ہی نہیں ہوتا جب عمل قبول نہیں ہوتا تو اس کا کرنا فضول ہے، میں پکارتا ہوں مگر ادھر سے نہ سلام ہے، نہ جواب، بس میری ہمت ٹوٹ گئی، جواب میں ارشاد ہوتا ہے وہ تیرا اللہ اللہ کہنا ہی ہمارا جواب ہے، اگر ہم کو تیرا اللہ اللہ... کہنا پسند نہ ہوتا تو دوبارہ توفیق ہی نہ ہوتی، تمام عالم بھرا پڑا ہے اللہ اللہ کون کرتا ہے، سوائے اس کے جس کو ہم توفیق دیں، جب ہم نے توفیق دی تو سمجھ لینا چاہئے کہ ہم کو تیرا عمل پسند ہے۔

ایک دور اندیش مرید کا واقعہ: بلگرام میں ایک بزرگ تھے ان کو فاقہ تھا، ایک مرید کو یہ بات محسوس ہوگئی کہ شیخ کو آج فاقہ ہے وہ اٹھ کر گئے اور ایک خوان میں کھانا لا کر شیخ کی خدمت میں لائے، شیخ نے ان کے لینے سے عذر کیا، انہوں نے کہا کہ حضرت! یہ تو ہدیہ ہے اور بغیر سوال کے آیا ہے اس کو قبول کر لینے میں کیا حرج ہے، شیخ صاحب نسبت بھی تھے، صاف کہدیا کہ بے شک یہ ہدیہ ہے اور خلوص سے بھی ہے مگر اس وقت اس کا قبول کرنا سنت کے خلاف ہے "**ما اتاک من غیر اشراق نفس فخذہ**" (جو چیز بغیر انتظار نفس کے تمہارے پاس آوے اس کو لے لو) اور اس وقت یہ ہدیہ اشراقِ نفس کے بعد آیا ہے کیوں کہ جس وقت تم اٹھ کر چلے تھے، میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ کھانا لینے گئے ہو اس وقت سے نفس کو اشتیاق اور انتظار ہوا تھا، یہی اشراق نفس ہے، مرید بھی سمجھ دار اور مخلص تھا اس نے کچھ اصرار نہیں کیا اور کھانے کا خوان اٹھا کر واپس لے چلے، شیخ کے حکم کے سامنے اور حدیث کے سامنے انہوں نے کوئی تاویل نہیں کی اور خوان واپس لے گئے حتی کہ پیر صاحب کی نظر سے غائب ہوگئے اور وہاں سے پھر لوٹا کر لے آئے اور سامنے رکھ دیا کہ حضرت اب تو لے لیجئے اب تو اشراق نفس جاتا رہا، شیخ نے مرید کو گلے سے لگالیا اور ہدیہ قبول کرلیا۔ فائدہ: دیکھئے شریعت سے عقل کیسی درست ہوجاتی ہے۔

ایک قیمتی آئینہ: کسی امیر نے ایک بزرگ (غالباً عبدالقادر جیلانیؒ) کی خدمت میں ایک قیمتی چینی آئینہ ہدیۃً بھیجا وہ بزرگ کبھی کبھی اس میں اپنا منہ دیکھا کرتے تھے اتفاقاً وہ آئینہ خادم کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا اس کو بڑا ہی ڈر ہوا کہ دیکھئے کیا ہوگا، کیسا جلال آئے گا، جب خادم کو عتاب کا ڈر ہوا تو اس نے سوچا کہ بزرگ زندہ دل ہوتے ہیں لاؤ شاعری بگھار و خوش ہوکر کچھ نہ کہیں گے، چنانچہ وہ حاضر ہوا اور کہنے لگا، ع:

از قضا آئینہ چینی شکست   آپ فی البدیہ فرماتے ہیں: خوب شد اسباب خود بینی شکست

یعنی اس آئینہ کا بھی جھگڑا تھا خود بینی کا سبب تھا اچھا ہوا ٹوٹ گیا۔

فائدہ: اہل اللہ کے دنیوی تعلقات کی یہ حالت ہوتی ہے کہ انہیں کسی چیز کے نہ آنے سے فرحت ہوتی ہے اور نہ جانے سے غم، اسی انقطاع تعلق کو کہتے ہیں: ع   تا بدانی ہر کہ را یزداں   از ہمہ کار جہاں بیکار ماند

یعنی جسے اللہ تعالیٰ اپنا بنا لیتے ہیں، اسے تمام دنیا کے کاروبار سے بیکار کردیتے ہیں، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ زراعت، تجارت، بیوی، بچے سب چھوٹ جاتے ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے دل کو کوئی خاص لگاؤ اور تعلق نہیں رہتا بلکہ خاص لگاؤ اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔

شیخ سعدیؒ کا واقعہ: شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے کہ ایک رات مجھے ایک تاجر کے پاس رہنے کا اتفاق ہوا جس کے پاس سامان تجارت تھا اور بہت سے غلام اور خدمت گار تھے، اس نے تمام رات میرا سر کھایا کہ اس وقت میرے پاس اتنا مال ہے اور میرا فلاں شریک ترکستان میں ہے اور کچھ سامانِ تجارت ہندوستان میں ہے اور یہ فلاں زمین کی دستاویز ہے اور فلاں سامان کا ایک شخص ضامن ہے، کبھی کہتا کہ اسکندریہ جانے کا خیال کر رہا ہوں اور وہاں کی آب وہوا اچھی ہے کبھی کہتا ہے وہاں کا دریا خطرناک ہے۔

پھر کہنے لگا سعدی! مجھے ایک سفر اور درپیش ہے اگر وہ پورا ہو جائے تو پھر بقیہ زندگی قناعت کے ساتھ گوشہ نشین ہوکر گذاروں گا میں نے پوچھا وہ کون سا سفر ہے کہا فارس کی گندھک چین میں لے جانا چاہتا ہوں کیونکہ سنا ہے اس کی وہاں بہت قیمت ہے اور چینی گلاس روم میں لے جا کر فروخت کروں گا اور دیبائے رومی ہندوستان میں اور فولاد ہندی حلب میں اور حلبی شیشہ یمن میں اور یمنی چادر فارس میں اس کے بعد میں سفر ترک کر کے ایک دوکان میں بیٹھ جاؤں گا، اب بھی ترکِ دنیا کا ارادہ نہیں دوکان ہی میں بیٹھنے کی نیت ہے، غرض اس قسم کا خیالی پلاؤ پکاتا رہا، اخیر میں سعدیؒ سے کہا کہ آپ بھی کچھ اپنی دیکھی اور سنی ہوئی باتیں سنائیں، سعدی نے جواب دیا

آں شنید ستی کہ در صحرائے غور   بار سالارے بیفتاد از ستور

تو نے غور کے جنگل کا قصہ سنا ہوگا کہ ایک تاجر کا سامان سواری سے گر گیا۔

گفت چشم تنگ دنیا دار را   یا قناعت پر کند یا خاک گور

وہ بولا کہ دنیا دار حریص کی آنکھ کو یا تو قناعت بھرتی ہے یا قبر کی مٹی۔

واقعی دنیا دار کی حرص کبھی ختم نہیں ہوتی، بس مر کر ہی ختم ہوتی ہے۔

حدیث میں بھی آیا ہے کہ انسان کی حرص کے شکم کو مٹی ہی بھر سکتی ہے "**ولا یملأ جوف ابن اٰدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب**" اس طویل امل اور فضول لایعنی خیالات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ صبح آوے تو شام کی فکر نہ کرو اور شام ہو تو صبح کی فکر نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کرو یعنی یہ سمجھ لو کہ گویا آج ہی کا تھوڑا سا وقت زندگی کا باقی ہے۔

حضرت لقمان کا واقعہ: حضرت لقمان علیہ السلام جو حکیم تو سب کے نزدیک ہیں اور بعض کے نزدیک پیغمبر بھی ہیں، ایک باغ میں نوکری کر لی، اس سے سبق لینا چاہئے کہ حلال پیشہ کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے، مالک باغ میں آیا اور ان سے ککڑیاں منگائیں اور اس کو تراش کر ایک ٹکڑا ان کو دیا، بے تکلف کھاتے رہے اس نے یہ دیکھ کر کہ یہ بڑے مزے سے کھا رہے ہیں یہ سمجھا کہ یہ ککڑی نہایت لذیذ ہے، ایک قاش اپنے منہ میں بھی رکھ لی تو وہ کڑوی تھی فوراً تھوک دی اور بہت منہ بنایا، پھر کہا، اے لقمان! تم تو اس ککڑی کو بڑے مزے سے کھا رہے ہو یہ تو کڑوی ہے، کہا جی ہاں، کڑوی تو ہے، کہا پھر تم نے کیوں نہیں کہا کہ یہ کڑوی ہے، کہا کہ میں کہتا مگر مجھے یہ خیال ہوا کہ جس ہاتھ سے ہزاروں دفعہ مٹھائی کھائی ہے اگر اس ہاتھ سے ساری عمر میں ایک دفعہ کڑوی چیز ملی تو اس کو کیا منہ پر لاؤں؟

فائدہ: یہ ایسا اصول ہے کہ اگر اس کو میاں بیوی دونوں یاد رکھیں تو کبھی لڑائی جھگڑا نہ ہو اور کوئی بدمزگی پیش نہ آوے، بیوی یاد کرلے کہ میاں نے ہزاروں طرح کے ناز میرے اٹھائے ہیں ایک دفعہ سختی کی تو کوئی بات نہیں اور خاوند خیال کرے کہ بیوی ہزاروں قسم کی خدمتیں میری کرتی ہیں ایک بات خلاف طبع بھی سہی۔

چور کو مال ہبہ کردیا: مولانا محمد یعقوب دہلویؒ مکہ معظّمہ کو ہجرت کر گئے تھے، ان کا گھر مکہ معظّمہ میں بہت.... گلیوں کے اندر ہے، ان کی عادت یہ تھی کہ جو کچھ روپیہ پیسہ ان کے پاس ہوتا وہ سب ایک تھیلی میں ہر وقت اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے، اس میں روپیہ بھی ہوتے اور دونی اور چونی بھی، غرض جو کچھ نقد ان کے پاس تھا، وہ سب اس تھیلی میں تھا، جب بازار جاتے تب بھی وہ تھیلی ساتھ جاتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی کچھ محبت اہل اللہ کو نہیں ہوتی کوئی دنیا دار ہوتا تو مال کو چھپا کر رکھتا، زمین میں گاڑ دیتا، یا صندق میں تالا لگا کر رکھتا، مگر یہاں کچھ بھی نہیں، اس کی پرواہی نہیں کہ کوئی دیکھ لے گا اور چھین لے گا یا چرا لے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک دن بازار سے کچھ خریدا اور دام نکالنے کے لئے ساری تھیلی الٹ دی، دام کی قدر نکال کر باقی پھر اس میں بھر لیا، کسی بدو کی نظر اس پر پڑ گئی اور وہ ساتھ ہولیا، جب وہ گلیوں میں پہونچے تو ایک دم اس تھیلی کو ان کے ہاتھ سے جھپٹ لیا، ان حضرت نے اتنی بھی پروانہ کی کہ اس کا تعاقب کرتے یا غل مچا دیتے تو محلّہ سے آدمی نکل آتے اور اس بدو سے تھیلی چھین لیتے، یہی دل ہے اس بات کی کہ ان کا تھیلی کو ہر وقت ساتھ رکھنا مال کی محبت کی وجہ سے نہ تھا جیسا کہ بعض دنیا داروں کو دیکھا جاتا ہے کہ اشرفیاں بازو میں باندھے رہتے ہیں کیونکہ وہ ان کو نہایت محبوب ہوتی ہیں، ذرا دیر کو بھی ان کا جدا کرنا گوارا نہیں کرتے، یہاں تو دنیا سے کچھ تعلق ہی نہ تھا، تھیلی جاتی رہی، یہ اپنے گھر میں آگئے۔

قدرت خدا دیکھئے کہ دنیا دار کیا کچھ حفاظت کرتے ہیں، تالے صندوق پہرہ چوکی رکھتے ہیں اور یہاں کچھ بھی نہ تھا، مگر یہاں خدائی پہرہ تھا، بدو وہ تھیلی لے تو گیا، مگر اب اس کو گلیوں میں راستہ نہیں ملتا، جدھر جاتا ہے ادھر گلی بند، ہمایوں کے مقبرہ کی بھول بھلیاں ہوگئی کہ اس میں چلے تو جاؤ مگر نکل نہیں سکتے، بے چارہ بہت حیران پھرا مگر راستہ نہیں ملا، تو ہوش درست ہوگئے اور سمجھا کہ یہ کوئی خدا کا بندہ ہے، جب کیا تنگ بتوں نے تو خدا یاد آیا" آخر وہ بدّو روپیہ کی تھیلی لئے ہوئے اسی گھر گیا جس میں شاہ صاحبؒ گئے تھے اور پکارا اپنی تھیلی لے لو مگر خبرے نباشد، کئی بار پکارا جواب نہیں ملا، پکار کر کہا معاف ہی کردو مگر خبر ندارد، اب یہ سمجھے کہ میں نے اتمام حجت کر دیا، اب میرے اوپر کوئی الزام نہیں، اگر کسی کو لینا ہوتا تو لے لیتا، معلوم ہوتا ہے کہ معاف کر دیا (یہ خبر نہیں کہ ان کا محافظ کوئی اور ہے، اس کی معافی کی بھی ضرورت ہے، یہ معاف بھی کر دیں تو وہ معاف نہیں کرتا۔

بعض جرائم کی مدعی سرکار ہوتی ہے ان میں صاحب حق کے معاف کرنے سے بھی مجرم بری نہیں ہوتا) خیر اس نے سمجھا کہ میں اپنا کام کر چکا اور تھیلی لے کر چلا لیکن راستہ پھر نہیں ملتا، اب بہت پریشان ہوا، ایک اور تدبیر نکالی کہ محلّہ میں کھڑے ہوکر شور مچایا کہ دوڑیو مجھے لوٹ لیا اور مجھ پر ظلم کیا۔

محلے والے نکل آئے کہ کیا بات ہے، پوچھا کس نے ظلم کیا، کہا یہ شخص جو اس گھر میں رہتا ہے، اس نے ظلم کیا اس کو بلاؤ، لوگوں نے باوجود اس کی تکذیب کے اتمام حجت کے لئے آواز دی، شاہ صاحب نکلے اس نے ہاتھ پکڑ لیا کہ انہوں نے مجھ پر کیا ہے، لوگوں نے پوچھا کہ کیا، کہنے لگا میں ان کی تھیلی چھین کر بھاگا تھا تو مجھکو راستہ نہیں ملا، ان سے کہو اپنی تھیلی لے لیں اور وہ تھیلی سامنے رکھدی کہ یہ لو، شاہ صاحب نے کہا کہ میری نہیں ہے میں کیسے لے لوں اب لوگ حیران ہیں کہ یہ عجیب بات ہے کہ ایک شخص اتنا روپیہ دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمہارا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ میرا نہیں، یہ عجیب مقدمہ ہے، محلے والوں نے کبھی دیکھا تھا کہ یہ تھیلی شاہ صاحب کے ہاتھ میں رہا کرتی ہے، اس واسطے یہ تو معلوم ہوگیا کہ یہ شاہ صاحب ہی کی ہے، مگر وہ انکار کرتے ہیں، تو وہ حیران ہوگئے کہ یہ کیا بات ہے، کسی نے پوچھا کہ یہ تھیلی تو آپ ہی کی ہے کہا ہاں میری ہی تھی، مگر اب نہیں ہے، وجہ یہ ہے کہ یہ شخص میرے ہاتھ سے اس کو چھین کر بھاگا، مجھے خیال ہوا کہ یہ شخص گناہ گار ہوا اور اس کے بدلے دوزخ میں جائے گا اس سے مجھے نہایت قلق ہوا کہ ایک مسلمان میرے سبب دوزخ میں جائے، لہذا میں نے اسی وقت معاف کر دیا تھا کہ اللہ یہ مال میں اس کو ہبہ کرتا ہوں اور بعد ہبہ کے قبضہ بھی ہوگیا، اس لئے اب یہ مال اس کی ملکیت ہے اور ہبہ میں رجوع جائز نہیں تو اب میں اس مال کو کیسے واپس لوں۔ یہ مسئلہ بھی سمجھ لیجئے کہ اگر چہ یہ مال ہبہ کر دیا گیا تب بھی اس صورت میں رد جائز ہے کیونکہ کہ ایجاب سے ہبہ تام نہیں ہوا اور قبول پایا نہیں گیا پھر خاص کر اس صورت میں کہ موہوب لہ رضا مندی سے خود واپس کر رہا ہے تو یہ درحقیقت رجوع ہے ہی نہیں لیکن ان حضرت نے صرف اپنے ایجاب کو مورث شبہ اور صورت رجوع کو مشابہ رجوع حقیقی کے قرار دے کر اس سے احتیاط فرمائی۔

فائدہ: دیکھئے ان بزرگ کی نظر کہاں پہونچی کہ اس شخص کی تکلیف کا خیال ہوا کہ یہ دوزخ میں جائے گا اور میری وجہ سے اس کو عذاب ہوگا، اس واسطے وہ مال اس کو ہبہ کر دیا، کیا ٹھکانا ہے اس باریک بینی کا اور اس رحم کا، یہ حضرات اپنے اوپر سخت ہوتے ہیں اور دوسرے کے اوپر بے حد نرم، دوسرے کی ذرا سی تکلیف بھی ان سے دیکھی نہیں جاتی۔

بین المذاہب شادیوں کے خاندانی نظام پر اثرات اور اس کا تدارک

حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ

مشرک سے نکاح کرنا اسلامی روایت اور تہذیب وتمدن کے اعتبار سے کس قدر سنگین ہے اور اس کے اثرات بد کتنے مہلک اور تباہ کن ہیں، کہ بین المذاہب شادیوں میں میاں بیوی کو مختلف قسم کی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یہ شادی رشتہ داروں کے درمیان بحث و مباحثہ اور اختلافات کا باعث بنتی ہیں؛ ایسی شادیوں میں زوجین کے درمیان میں ثقافتی اور مذہبی عقائد کا معاملہ آجاتا ہے۔ مذہب کے نام پر، تہذیب وثقافت کے نام پر ٹکراؤ بھی ہوجاتا ہے۔ مشاہدے میں آیا ہے کہ اس طرح کے جوڑے اکثر اپنی ازدواجی زندگی میں مشکلات کا سامنا کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح کی شادیاں عام طور پر زیادہ عرصہ تک نہیں رہتی ہیں اور تھوڑے ہی عرصے میں طلاق یا خلع کے ذریعہ علیحدگی ہوجاتی ہے۔ یا پھر یوں ہی ایک دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں، ایسے لوگ اپنے رشتہ داروں اور معاشرے میں اپنا وقار کھودیتے ہیں۔ انہیں اپنے اہل خانہ کی سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اپنا سماج انہیں قبول نہیں کرتا، گھر کے لوگ قبول نہیں کرتے، وہ ایسے لوگوں کا ساتھ نہیں دیتے، یہاں تک کہ ان کے والدین ان کی شادی کی تقریبات میں شرکت نہیں کرتے، دونوں میاں بیوی کو ان کے سسرال والے افراد خانہ نہیں سمجھتے، اس طرح کے جوڑے ہمیشہ معاشرتی زندگی کے مسائل کا سامنا کرتے رہتے ہیں، ان کے بچوں کو بھی معاشرے میں اسی طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ وہ اپنے والدین سے کہیں زیادہ سخت چیلینجوں کا سامنا کرتے ہیں، دوسری برادری میں شادی کرنے سے پیش آنے والی دشواری کم درجے کی ہے بمقابل دوسرے مذاہب میں شادی کرنے کے؛ کیوں کہ اس میں دشواریاں زیادہ بڑھ جاتی ہے، مذہبی تنازع کی شکل بھی اختیار کرسکتی ہے، کچھ معاملات مذہبی عقائد کی وجہ سے متنازع بھی ہوجاتے ہیں، مار پیٹ اور خون خرابہ کی نوبت بھی آجاتی ہے۔ کچھ لوگ اپنی لڑکی کو ہلاک کردیتے ہیں، غیرت کے نام پر قتل ہوجاتا ہے۔

ہندوستانی مسلمان بھی اس سنگین مسئلہ سے شدید طور پر متاثر ہے، ملک کے طول وعرض سے آئے دن یہ روح فرسا واقعات سننے اور پڑھنے کو ملتے رہتے ہیں کہ فلاں مسلم لڑکے یا لڑکی نے فلاں غیر مسلم لڑکی یا لڑکے سے شادی رچالی۔ ان روح فرسا اور دل کو چھلنی کردینے والے واقعات کا سب سے زیادہ دل دہلا دینے والا پہلو یہ ہے کہ مسلم لڑکے اور لڑکی اپنی رضامندی اور خوشدلی سے ایسا کررہے ہیں ہمیں بین مذہبی شادی کے اسباب ووجوہات اور اس کے تدارک پر غور کرنا چاہئے۔

بین المذاہب شادی کے اسباب ووجوہات: غور کیا جائے اور سنجیدگی سے جائزہ لیا جائے تو بین المذاہب شادی کے چند اسباب ووجوہات ہیں: (۱) ایمان کی کمزوری: بین المذاہب شادیوں کی سب سے بڑی وجہ ایمان کی کمزوری ہے، ایک مؤمن یعنی حقیقی ایمان کا حامل فرد محبت یا دنیوی مال ودولت کے بدلے کبھی بھی ایمان کا سودا نہیں کرے گا (۲) مخلوط تعلیم: بین المذاہب شادیوں کی وجوہات میں سے مخلوط تعلیم بھی ایک بنیادی وجہ ہے، جب کوئی نوعمر لڑکا یا لڑکی مخلوط تعلیم گاہ جیسے اسکول، کالج یا یونیورسیٹی میں داخلہ لیتا ہے تو ان کی ملاقات مخالف جنس والے بہت سے دوستوں سے ہوتی ہے، آہستہ آہستہ ایسے لڑکے اور لڑکیاں محبت کی جال میں پھنس جاتے ہیں، محبت میں اندھے ہوکر انہیں اپنی خواہشات کے علاوہ کچھ نہیں سوجھتا ہے ان کی خواہش ہوتی ہے کہ جلد ہی نکاح کے بندھن میں بندھ جائیں؛ تاکہ کوئی بھی ان کے درمیان روڑے نہ اٹکائے اور وہ اپنی مرضی کے مطابق نکاح کرلیں (۳) مخالف جنس کے ساتھ دوستی: نوجواں میں آج کل خاص طور پر پیشہ وارانہ ملازمتوں میں مخالف جنس سے دوستی بہت عام ہوگئی ہے ایک تاجر کے کچھ مخالف جنس دوست بھی ہوتے ہیں، تو ڈاکٹروں کے بھی ہوتے ہیں، ایک ٹیچر مخالف جنس سے بھی ہاتھ ملاتا ہے یہ آزادانہ تعلقات بھی اکثر بیشتر بین المذاہب شادیوں کا باعث بنتے ہیں (۴) غربت: بین المذاہب شادیوں کی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ 'غربت' ہے، بہت سے والدین اپنی بیٹیوں کو دوسرے مذہب کے لڑکوں سے شادی کرادینے پر مجبور ہوتے ہیں؛ کیونکہ انہیں اپنی ہی برادری میں اپنی بیٹیوں کے لئے مناسب دولہا نہیں ملتا ہے، یا پھر ان کے پاس اتنا بجٹ ہی نہیں ہوتا ہے کہ سسرال والوں کو جہیز فراہم کریں؛ کیونکہ جہیز مہنگا ہوگیا ہے اور آج کل شادی کا لازمی حصہ بن چکا ہے، معاملہ اور زیادہ شرمناک اس وقت بن جاتا ہے، جب داماد یا اس کے رشتہ دار نقد رقم، موٹر سائیکل، فوروہیلر، مکان، یا تجارت وجائیداد میں حصے طلب کرتے ہیں اور یہاں تک کہ بعض اوقات اگر وہ ان کے مطالبات پورے نہیں کرپاتے ہیں تو شادی منسوخ کرنے کی دھمکی دیتے ہیں، بعض دفعہ بات چیت ہوجانے کے باوجود عین وقت پر نکاح، شادی منسوخ کردی جاتی ہے (۵) لالچ: مرد کی جانب سے بین المذاہب شادیوں کی ایک وجہ یہ بھی ہے، وہ شادی کرکے دولت مند بننا چاہتا ہے، اسے سسرال سے جہیز کا ڈھیر ملنے کی توقع ہوتی ہے؛ لہذا لالچ بعض اوقات ایمان کو پس پشت ڈال کر بین المذاہب شادی کے انتخاب کرنے پر اکساتا ہے (۶) جہالت: زیادہ تر لوگوں کو معلوم ہی نہیں کہ ان کا مذہب ان لوگوں سے شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ جو اس کے مذہب کو نہیں مانتا ہے، ہمارے علم میں کچھ ایسے معاملات آئے ہیں جہاں انہوں نے انجانے میں شادی کرلی، پھر بعد میں جب کبھی انہیں پتہ چل گیا کہ ان کا مذہب ایسی شادی کی اجازت نہیں دیتا ہے تو وہ فوراً الگ ہوگئے، اور اپنے رب سے توبہ واستغفار کرلی (۷) آزادانہ خیال: کچھ لوگ غیر معمولی طور پر وسیع ظرف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ سوچتے ہیں کہ دماغ کی وسعتِ فکر ہی تمام مسائل کا واحد حل ہے، وہ مذہبی حدود کو رکاوٹیں اور پسماندگی کی علامت سمجھتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے مذہب عید اور بقرعید منانے کے علاوہ کچھ نہیں ہے، ان کے خیال میں شادی ان کا ذاتی معاملہ ہے اور اس کو مذہب سے کوئی سروکار نہیں ہے؛ لہذا وہ بین المذاہب شادی میں کچھ بھی غلط نہیں دیکھتے اور ان کے بچے اپنے لئے جو بھی انتخاب کرتے ہیں، کرنے دیتے ہیں۔ اس طرح بہت حد تک "آزادانہ خیال" بھی بین المذاہب شادی کا باعث بنتی ہے (۸) تعلیم کی کمی: موجودہ صورتحال میں مسلمان لڑکیاں لڑکوں کی بنسبت اعلیٰ تعلیم زیادہ حاصل کررہی ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمان لڑکے ان اعلی تعلیم یافتہ لڑکیوں کے لئے نہیں مل پاتے ہیں، اس سے متعدد لڑکیوں کو بھی دوسرے مذاہب میں سے اپنے شریک حیات کا انتخاب کرنا پڑتا ہے، جو تعلیمی قابلیت کے لحاظ سے کم سے کم ان کے لئے مناسب ہوتے ہیں (۹) سوشل میڈیا کی لت: سوشل میڈیا نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے لئے بہت خطرناک ہے، انٹرنیٹ سب کے لئے دستیاب ہے، پوری دنیا ایک چھوٹے سے گاؤں کی طرح ہوگئی ہے، گفتگو اور بات چیت کرنا، یہاں تک کہ موبائل کے ذریعہ دوسرے کو دیکھنا بھی بہت آسان ہوگیا ہے، اس مقصد کے لئے واٹس ایپ، ٹیلیگرام، فیس بک اور کچھ دوسرے سماجی پلیٹ فارم بہت آسان ہیں، سوشل میڈیا کے ذریعہ ایک لڑکا اور لڑکی چیٹنگ، بات چیت اور پھر ایک دوسرے سے گہری محبت کرنا شروع کردیتے ہیں، جو بین المذاہب شادی کا ذریعہ بنتی ہے (۱۰) پروپیگنڈا: یہ ثابت ہوگیا ہے کہ آر ایس ایس (راشٹریہ سویم سیوک سنگھ) ہندوستان میں ہندوؤں کی ایک غیر سرکاری تنظیم ہے اور اسی طرح کے دائیں بازو کی تنظیمیں اپنے ہندوتوا ایجنڈے کے تحت مسلم لڑکیوں کو ہندو بنانا چاہتی ہیں، اس مقصد کے حصول کے لئے وہ پہلے اپنے ہی لڑکوں اور لڑکیوں کا انتخاب کرتے ہیں انہیں اچھی تنخواہوں، ایوارڈز اور اسی طرح کی کئی پیش کش کی جاتی ہے، اور پھر وہ فیس بک اکاؤنٹ، ٹروکالر، انسٹاگرام، ٹیلیگرام، واٹس ایپ، اور دیگر سماجی ایپس سے مسلم لڑکیوں کے موبائل نمبر حاصل کرتے ہیں، یہ بھی اطلاع ہے کہ وہ موبائل نمبر ریچارجنگ کے مراکز، زیروکس سنٹرز، شاپنگ مالز، ٹیوشن کلاسز، اور دوستوں سے بھی حاصل کرتے ہیں، جب ان کو نمبرات مل جاتے ہیں تو وہ ان سے چیٹنگ شروع کردیتے ہیں، آڈیو اور ویڈیو کالنگ کے ذریعہ گفتگو کی جاتی ہے، یہاں تک کہ نوجوان مسلم لڑکیوں کو ان سے محبت ہوجاتی ہے، اس طرح لڑکیوں کو اپنی طرف راغب کرلیتے ہیں اور نتیجہ شادی تک پہنچ جاتا ہے۔

بین المذاہب شادی کا تدارک: ☆ایمان کو مضبوط بنانا: مسلمانوں میں بین المذاہب شادی کو روکنے کے لئے ایمان کو مضبوط کرنا نہایت ہی ضروری ہے، صرف ایمان ہی ہے، جو ایک مسلمان کو شریعت کے مقرر کردہ حدود کی خلاف ورزی سے روک سکتا ہے، ایمان کو مضبوط کرنے کے کچھ طریقے یہ ہیں: ☆ نماز کی پابندی: نماز کی پابندی انسان کو ہر قسم کی برائی سے اور برے کام کرنے سے روکتی ہے؛ جیسا کہ قرآن کریم میں اس کی وضاحت آئی ہے۔ **إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ** (سورۃ العنکبوت: ۴۵) ☆ قرآن کی تلاوت: قرآن کی تلاوت بھی ایمان کو مضبوط کرنے میں مددگار ہے، بالخصوص جب کہ پڑھنے والا اس کو سمجھتا بھی ہو ☆ کسی اللہ والے بزرگ سے بیعت: کسی بزرگ اور اللہ والے سے بیعت ہونا بھی انسان کے ایمان اور اخلاق کو سنوارتا ہے، خود بھی بیعت ہوجانا چاہئے اور اپنے بچوں کو بھی بزرگان دین کی مجلس میں بٹھانا چاہئے ☆ دینی تعلیم: اس کا تدارک یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو نہ صرف قرآن کریم کی تلاوت کرنا سکھائیں؛ بلکہ کم ازکم تمام ضروری مذہبی تعلیمات جیسے ایمانیات، عبادات، اخلاقیات اور معاملات بھی سکھائیں، ایک بچہ کو پڑوسی، دوست، شریک حیات، اور والدین کے حقوق وذمہ داریاں بھی بتائیں، تاکہ بچے جان سکیں کہ اسے اپنی زندگی کے مختلف مراحل میں کیا کرنا ہے۔ ہم اپنے بچوں اور بچیوں کے ذہنوں اور دلوں میں ایمان کی حقیقت واہمیت کو راسخ کریں، صحابہ کرام کی کہانیاں گھر پر سنائی جائیں، یہ یقیناً گھر کے تمام افراد کے لئے مفید ہوگا ☆ مذہب اور تقویٰ: والدین کو مذہبی اور پرہیزگار ہونا چاہئے، ان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کو پورا کریں، انہیں شریعت کے قوانین پر عمل کرنا چاہئے۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ زندگی گزارنے کا بہترین طریقہ ہے، اس سے غیر شعوری طور پر بچوں کے اخلاق اچھے ہوں گے، اس طریقہ سے پرورش کئے گئے بچوں میں یقینی طور پر اللہ کے سامنے جوابدہی کا احساس پیدا ہوگا، اور وہ اخلاق حسنہ سے مزین ہوں گے ☆ اسکول میں اسلامی ماحول: مسلمانوں کے زیر انتظام اسکولوں میں اساتذہ کو طلبہ کے ساتھ اس طرح پیش آنا چاہئے کہ گویا وہ ان کے اپنے بچے ہیں، انتظامیہ بچوں کے ایمان کو مضبوط کرنے اور ان کی روشن زندگی کی ذمہ دار ہے، انہیں اپنے طلباء کو اسلامی اخلاقیات سے مزین کرانا ہوگا، ہر جماعت میں کم از کم ایک دینی مضمون بھی ہونا چاہئے؛ تاکہ ان کے ایمان کو مضبوط کیا جاسکے اور انھیں شرعی حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں روشناس کرایا جاسکے، انہیں باریکی سے بچوں کے طرز عمل کا مشاہدہ کرنا چاہئے، اگر وہ حد سے تجاوز کرتے ہیں تو ان کی اصلاح کرنی چاہئے۔ انہیں مخالف جنس سے دوستی کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے، لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے الگ الگ کلاس روم اور ہاسٹل ہونا چاہئے ☆ گھر میں اسلامی ماحول: گھر میں بھی ایسا ہی نظام لاگو کرنا چاہئے، کیوں کہ اساتذہ سے زیادہ والدین ذمہ دار ہیں، وہ اپنے بچوں کو اچھے اخلاق کی تربیت دیں، انہیں اپنے بچوں کی سرگرمیوں پر ہمیشہ نگاہ رکھنی چاہئے، انہیں کبھی بھی بچیوں کو سفر، ٹیوشن، پکنک، کھیل یا دوست کے گھر اکیلے نہیں چھوڑنا چاہئے، بچوں کو مشورہ دیا جانا چاہئے کہ وہ کسی بھی اجنبی یا مخالف جنس سے کسی بھی قسم کی دوستی نہ کریں، چاہے وہ اس کا ہم جماعت ہی کیوں نہ ہو۔ انہیں کسی غیر محرم (غیر خونی رشتہ داروں) سے آزادانہ طور پر بات چیت کرنے کا موقعہ نہیں دیا جانا چاہئے، اگر کسی غیر متوقع طرز عمل کا پتہ چل جائے تو ان کو نصیحت کرنی چاہئے، ڈانٹ ڈپٹ سے بھی اور ہلکی پھلکی پٹائی کے ذریعہ بھی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ بہر حال والدین کو جو سزا مناسب لگے وہ ضرور تجویز کرنا چاہئے، والدین کو اپنے بچوں کو واضح طور پر متنبہ کرنا چاہئے کہ وہ ہر طرح کے گناہ اور نافرمانی کو معاف کردیں گے؛ لیکن وہ کبھی بھی کسی بھی اجنبی شخص کے ساتھ دوستی، محبت، یا شادی کرنے کے جرم کو معاف نہیں کریں گے ☆ غیر ضروری طور پر سوشل میڈیا کی لت سے بچنا: بچوں کو بلا وجہ سوشل میڈیا استعمال نہیں کرنا چاہئے، معقول وجہ کے بغیر کسی بھی اجنبی یا غیر محرم سے بات چیت نہ کریں، اگر کوئی بات چیت کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو اسے فوری طور پر بلاک کردیا جانا چاہئے۔

آج حال یہ ہے کہ مسلم گھرانوں میں دینی ماحول کا فقدان سرفہرست ہے آج عفت وعصمت، پاکیزگی وپاک دامنی کی کوئی فضیلت واہمیت دلوں میں باقی نہیں رہی بلکہ عفت وعصمت کی قدروں کو پامال کرنا ایک فیشن بن گیا اور جو شرم وحیا اور عصمت کی بات کرے وہ ان لوگوں کی نظر میں دقیانوسی اور حالات زمانہ سے بے بہرہ اور تاریک خیال ٹھہرایا جاتا ہے، اخلاق و شرافت تہذیب وانسانیت کی جگہ حیوانیت ودرندگی اور بدتہذیبی نے لے لی ہے، آج ہمارے بچے یہ نہیں جانتے کہ ان کے مسلمان ہونے کا معنی کیا ہے؟ اسلام کسے کہتے ہیں ہم میں اور کافر میں کیا فرق ہے، آج کی نسل طہارت کے مسائل سے بھی ناواقف ہے ہمارے بچوں کو محرم ونامحرم کسے کہتے ہیں اس کی بھی تمیز نہیں ہے کتنے افسوس کی بات ہے کہ کھانے کے لئے جینا اور جینے کے لئے کھانا ہمارا مقصد بن چکا ہے ہمیں اپنے دین کی ترقی سے کوئی مطلب نہیں، والدین کو اولاد کی تربیت کا کوئی احساس نہیں، نوجوانوں کو اپنے دینی مستقبل کی کوئی فکر نہیں، ہر شخص ذمہ داری کے احساس سے خالی ہے جب کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا (الحدیث) اللہ تعالیٰ سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

گھریلو جھگڑوں کو کیسے ختم کریں

سلیمان خان، بنگلور

اگر مرد عورتوں کی صنفی نازک مزاجی کو اور عورتیں مردوں کی حاکمیت کو بہتر طور سے سمجھنے لگیں تو ازدواجی زندگی پرسکون ماحول میں گذرے گی اور اس سے گھریلو جھگڑوں کو کم سے کم کیا جاسکتا ہے، طلاق وخلع کی شرح کو کم تو کیا جاسکتا ہے۔ بسااوقات میاں بیوی کی ضد اور ہٹ دھرمی خاندان کو تباہی تک پہنچا دیتی ہے، حالانکہ یہ رشتہ اللہ کی طرف سے اور اللہ کے نام پر قائم ہوتا ہے۔

حدیث کے مطابق اللہ تعالی نے نکاح کو ہمارے لئے دین کی تکمیل کا ذریعہ بنایا ہے، یہ ایک جوڑے کے رشتے کو غیر معمولی حد تک گہرا کرتا ہے، کسی بھی قریبی رشتے میں تنازعات کا ہونا ناگزیر ہے، یہ ناممکن ہے کہ دو افرادرشتہ ازدواج سے منسلک ہوں اور ان کے درمیان جزوی اختلافات نہ ہوں جو پریشانی کا باعث بنیں۔ غصہ، ضد، ہٹ دھرمی؛ یہ سب فطری ہیں لیکن جب بات کسی دوست یا رشتے دار کی ہوتو پھر اختلافات کے باوجود بھی آپ اپنی دوستی اور رشتے داری کو نبھاتے رہتے ہیں، مگر جب بات آپ کی شریک حیات کی ہوتو آپ سمجھوتے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور سارے کنبے کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔ آپ اپنے شریک حیات کے بہت قریب رہنا چاہتے ہیں پھر بھی جو محبت آپ ان کے ساتھ بانٹتے ہیں وہ مشروط نہیں ہوسکتی۔ شریک حیات کے ساتھ اختلافات کا ہونا بھی فطری عمل ہے۔ بہت سے اختلافات آپ کے سمجھوتے سے درست ہوسکتے ہیں، یہ اختلافات غلط عقیدے، گھٹیا خاندان، کھانوں کی پسند ناپسند، یا ایک دوسرے کے مشاغل جیسی چیزوں سے متعلق ہوسکتے ہیں۔ ان اختلافات سے پیدا ہونے والے تنازعات کے بارے میں ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی لیکن جب بات آتی ہے کہ ہم ان تنازعات پر کیا ردعمل ظاہر کرتے ہیں تو زیادہ تر لوگ اپنے ازدواجی تنازعات کے بارے میں بالکل بھی کوئی وضاحت نہیں کرپاتے۔ شوہر یا بیوی کسی چیز سے پریشان ہو سکتے ہیں اور محض ان جذبات پر ردعمل ظاہر کرنا جس کا اختتام شوروہنگامے پر ہوسکتا ہے یا پھر دونوں کے درمیان کچھ عرصہ کا فاصلہ ہوسکتا ہے، تو اس قسم کے ردعمل سے گریز کرنا چاہئے۔

بہت کم لوگ ہیں جو تنازعات کو پرسکون ماحول میں طے کرتے ہیں، سمجھنے کی سب سے اہم چیز یہ ہے کہ ازدواجی زندگی کے کئی مقاصد ہیں۔ اکثر عوام ایسے ہیں جو تنازع سے بچنے یا اسے حل کرنے کے گر سے ناواقف ہوتے ہیں۔

نکاح سے دو اجنبی افراد ایک دوسرے کی زندگی کا لازمی جز اور حصہ بن جاتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے بہترین فرد بن جائے۔ شوہر اور بیوی کا ہمیشہ اور ہر بات پر متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس بات کو نہیں بھولنا چاہئے کہ ہر شخص مختلف المزاج ہونے کے باوجود قدرتی طور پر ہر انسان میں اپنے رویہ کو بدل کر اس کے اندر مثبت تبدیلی لانے کی بے پناہ صلاحیت موجود ہوتی ہے۔

ہمارا نقطہ نظر اپنی شریک حیات کی ضروریات کو پورا کرنے پر مرکوز ہونا چاہئے، یہ حقوق اور فرائض کا نچوڑ ہے، ہم جو شادی کے بارے میں ہر وقت نصیحتیں سنتے رہتے ہیں، وہ ہمیں اس بات سے روشناس کرانے کی کوشش کرتی ہیں کہ ہم اپنی رفیقہ حیات کے حق میں کس طرح ذمہ داری نبھا رہے ہیں؟ ان رہنما اصولوں میں جو نکاح کے شرعی مسائل سے متعلق ہیں ایک آدمی کو بتایا جاتا ہے کہ اپنی بیوی کے لئے جس رہن سہن اور بودوباش کی وہ اپنے خاندان میں عادی رہی ہے حتی الامکان اس کے مطابق روٹی کپڑا اور مکان دینے کی کوشش کرے۔ اور بیوی کو شوہر کے ساتھ صبرو استقلال کا مظاہرہ کرنے کی بھی تلقین کی جاتی ہے۔

ایک عورت کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ اسے اپنے شوہر کی جنسی ضروریات کیسے پوری کرنی ہے، کس حد تک شوہر کی اطاعت کرنی ہے، بشرطیکہ شریعت اسلامی سے متصادم نہ ہو۔ ہم مسلمانوں کو نشوز کے سلسلے میں تعدیل کا طریقہ بھی سکھایا جاتا ہے یعنی ازدواجی تنازعات میں کس طرح منظّم طریقے سے اصلاح اور تادیب کریں۔ مزید برآں ہمیں وہ واقعات بھی یاد دلائے جاتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ محبتانہ برتاؤ فرماتے تھے۔

اگر لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ کھانا کھلانا، کپڑا اور رہائش کا انتظام کرنا کس کا فرض ہے یا اختلاف رائے میں حتمی رائے کس کی ہے، اگر ہم ان حدود کو نہ جانتے ہیں جو اللہ نے شوہر کے اختیار میں رکھے ہیں تو ایک فرد ظالم دوسرا مظلوم ہوگا۔

بعض علماء کی تحقیقات کے مطابق ہمیں مخالف جنس کی نفسیات سے بھی واقفیت رکھنی ہے۔ اس لئے کہ ہم اس سے اپنی محبت کو اس طریقے سے پہنچا سکتے ہیں جس طرح وہ چاہتا ہے۔

ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے شریک حیات کے لئے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں، بہت سے جوڑے ایسے ہیں جو شادی کے شرعی تقاضے پورا کرنے کے باوجود ان کے درمیان اختلاف ہوتا رہتا ہے اور وہ نہیں سمجھتے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ یا اسے کیسے حل کیا جائے؟

چنانچہ ایک جوڑے کے ازدواجی زندگی تعلقات تو پورے ہو رہے ہیں، یوں تو یہ ہر جاندار کرتا ہے، انسان کی شادی کا ہر پہلو شرعی اور فقہی نقطہ نظر سے مکمل ہونا چاہئے، شادی کا ایک مکمل جذباتی پہلو یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی بے چینی کو راحت میں تبدیل کریں، اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب ہمارا شریک حیات ہماری خواہشات کا خیال رکھے، بہت سے جوڑے اپنی ازدواجی زندگی میں بظاہر سنت نبوی پر عمل پیرا ہوتے ہیں اس کے باوجود اکثر اپنی روزمرہ زندگی کے جذباتی عمل کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں، ہمیں اس جذباتی تعامل کو سمجھنے اور منظّم طریقے سے اپنانے کی ضرورت ہے، جس کی بنیاد لازمی طور پر شریعت اسلامی اور سنت نبوی پر ہی ہوسکتی ہے۔

معاشرتی طور پر تعلقات میں جذباتی صحت مندی کے تین مراحل پائے جاتے ہیں۔ ان کے ذریعے آپسی اختلافات پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

(اول) آپ خود کو تبدیل کریں

اس طرح کے حالات میں سب سے پہلے اپنے طرز عمل میں تبدیلی یہ ہے کہ ہم اپنے شریک حیات پر حد سے زیادہ توجہ مرکوز کرنے سے باز آجائیں، اور اس کی ابتداء اپنے رویے کی جانچ کے ساتھ کریں۔ یہاں تک کہ جب شریک حیات کوئی ایسا کام کر رہا ہے جس کے بارے میں ہم سمجھتے ہیں کہ وہ قابل الزام ہے، تب بھی ہمیں اس مخصوص صورتحال کو سدھارنے کے لئے پہلے اس بات کو سمجھنا چاہئے کہ اگر ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا شریک حیات کچھ غلط کر رہا ہے، تو عام طور پر اس کی اصل وجہ بھی ہم خود ہی ہوسکتے ہیں اور ان کے اس رویے کو سمجھے بغیر جب کوئی تنازعہ پیدا ہوتا ہے، تو ایک ہی شخص ہے جسے آپ بدل سکتے ہیں وہ آپ خود ہیں۔ لہذا ازدواجی تنازعات کا پہلا علاج یہ ہے کہ اپنے آپ کو بدلنا ہوگا۔

عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے ناراضگی اور مایوی اس وجہ سے محسوس کرتا ہے کیونکہ جب وہ اپنے دوستوں کے ساتھ باہر جاتا ہے تو اس کی بیوی اس بات کو ناپسند کرتی ہے یا پریشان ہوجاتی ہے۔ جب شوہر گھر واپس آتا ہے تو بیوی جارحانہ رویہ اختیار کرتی ہے، اور یہ صورت حال عام طور پر بحث ومباحثہ پر ختم ہوتی ہے۔

شوہر اپنی بیوی پر الزام لگاتا ہے کہ وہ اس کی زندگی پر کنٹرول رکھنا چاہتی ہے، اس لیے اسے اپنی بیوی یا سماجی زندگی میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ لیکن اگر وہ پیچھے ہٹتا ہے اور صورتحال پر غور کرتا ہے، تو وہ محسوس کرسکتا ہے کہ وہ خود بھی کچھ غلطیاں کر رہا ہے جس کی وجہ سے یہ مسئلہ پیدا ہوا ہے۔ شاید اس کی بیوی کو اس کے اپنے دوستوں کے ساتھ وقت گذارنے پر کوئی اعتراض نہ ہو بلکہ وقت پر گھر آجائے تو کوئی شکایت نہیں۔

ہوسکتا ہے کہ بیوی اس بات سے ناراض ہو کہ شوہر اکثر اپنے دوستوں کے لئے چھٹی کے دنوں میں یا دوسرے اہم اوقات میں وقت نکال لیتا ہے، جب کہ وہ اس کے ساتھ کچھ زیادہ وقت گزارنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ لیکن شوہر اس کی اس خواہش سے واقف نہ ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی بیوی کو واقعی کوئی اعتراض نہیں ہوگا اگر وہ اپنے دوستوں کے ساتھ وقت گزارے اور ساتھ ہی اس کی خواہشات کا بھی خیال رکھے۔

بہت ممکن ہے کہ شوہر جو گھر کے کام کاج میں بیوی کے لئے زیادہ مددگار نہ ہو۔ شوہر یہ سمجھتا ہے کہ میں تو باہر جا کر کمائی کرتا ہوں اور گھر کے کسی کام کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی، جبکہ اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیں یہ باتیں ملتی ہیں کہ آپ گھر کے دوسرے کاموں میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے لیکن کیا یہ مسئلہ صرف مرد کا ہی ہے؟ نہیں، عورت کو بھی یہ سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس صورت حال کے پیدا کرنے میں اس نے کیا کردار ادا کیا ہے؟ اگر بیوی اپنا طریقہ ہی صحیح اور مرد کا طریقہ غلط گردانے تو اس طرح وہ دونوں ایک تعطل کا شکار ہوجاتے ہیں اور صحیح سمت میں قدم اٹھانے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوا۔

جب بھی آپ کسی مسئلے کے لئے اپنے شریک حیات کو مورد الزام ٹھہرانے والے ہوتے ہیں، تو آپ کو توقف کرنے، پیچھے ہٹنے اور اپنے آپ کو ایمانداری سے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیا واقعی یہ چیزیں ایسی ہیں؟ کیا وہ واقعی آپ کو صرف کنٹرول کر رہی ہے؟ کیا آپ کے شریک حیات میں یہ خامیاں ہیں، یا یہ کسی پیچیدہ مسئلے کا ردعمل ہے جس میں آپ دونوں برابر کے حصہ دار ہیں؟

(دوم) باتوں کو چھپانے کے بجائے کھل کر اظہار کریں:

دوسری چیز یہ ہے کہ آپ اپنے شریک حیات کو اپنے دل کی بات واضح انداز میں پیش کریں اور اسے یہ بتادیں کہ اس کا کونسا رویہ آپ پر کس طرح سے اثر انداز ہوتا ہے۔ اس میں اپنے شریک حیات سے بات کرتے وقت پرسکون، دیانت داری اور تدبر سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اپنے تعلقات کو بہتر بنائیں اور اپنے رشتے کو مضبوط بنائیں، تو آپ کو اپنے شریک حیات پر اپنا غصہ نکالنے کی کسی بھی طرح کی کوششوں کو چھوڑنا ہوگا تاکہ آپ میاں بیوی کے طور پر موجودہ مسئلے پر قابو پاسکیں۔ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے بجائے تعلقات کو بہتر بنانے کے سلسلہ میں چھوٹی چھوٹی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دینا چاہئے، نظر انداز کرنا چاہئے۔

(سوم) اپنی بات ختم کرنے کے بعد بیوی کی بات سنیں:

اپنے شریک حیات کے ساتھ سکون سے جو کچھ بھی وہ آپ سے کہنا چاہتا ہے اسے سننا اور قبول کرنا بھی ہوگا۔ اختلاف ہر مرتبہ غلط نہیں ہوتا بلکہ درست اختلافات بھی ہوسکتے ہیں۔ ایک دوسرے کو سمجھ کر اس کے ساتھ جینا سیکھنا ہوگا۔ اس سارے عمل کے دوران ایک چیز ہمارے ذہن میں ہی رہنا چاہئے کہ ہم میں سے ہر ایک کو بطور فرد ہر وقت اپنا بہترین سلوک پیش کرنا چاہئے۔ یہی دین اسلام میں مطلوب شادی ہے، کیونکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم ایسے لوگ ہیں جو اپنے آپ کو اصولی طور پر قربان کردیتے ہیں، اگر دو افراد باہمی طور پر ان اصول پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں، تو ان کا یہ رویہ رشتے کو مضبوط اور ایک دوسرے کو قریب تر کردیتا ہے۔

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

اسرائیلی دستوں نے کئی فلسطینی سول گروپوں کے دفاتر پر چھاپے مارے

اسرائیلی دستوں نے شہری حقوق کے علمبردار کئی ایسے فلسطینی سول گروپوں اور تنظیموں کے دفاتر پر چھاپے مار کر انہیں سربمہر کردیا، جنہیں اسرائیلی حکومت نے اسی سال عسکریت پسندی کے حامی ٹھہرا کر دہشت گرد گروہ قرار دے دیا تھا۔ مغربی کنارے کے فلسطینی علاقے میں رملہ سے جمعرات اٹھارہ اگست کو ملنے والی رپورٹوں کے مطابق ان سول گروپوں اور سماجی تنظیموں نے بتایا کہ اسرائیلی دستوں نے نہ صرف ان کے دفاتر سربمہر کردیے بلکہ ان کے داخلی دروازوں کے آگے رکاوٹیں کھڑی کرکے یہ نوٹس بھی لگا دیے کہ یہ دفاتر اب بند کردیے گئے ہیں۔ (ڈوچے ویلے جرمنی)

سعودی عرب؛ امامِ کعبہ شیخ صالح الطالب کو 10 سال قید

سعودی عرب کی عدالت نے گزشتہ 4 برسوں سے قید امام کعبہ شیخ صالح الطالب کو 10 سال قید کی سزا سنائی ہے۔ سعودی میڈیا کے مطابق 2018 میں مبینہ طور پر شاہی خاندان اور ولی عہد محمد بن سلمان کی پالیسیوں کو تنقید کا نشانہ بنانے پر امام کعبہ شیخ صالح الطالب کو گرفتار کیا گیا تھا۔ خیال رہے کہ جب امام کعبہ صالح الطالب کو حراست میں لیا گیا تھا تو اُس وقت بھی وجہ نہیں بتائی گئی تھی اور عدالت کی جانب سے قید کی سزا پر بھی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی ہے۔ صالح الطالب سعودی عدالتوں میں جج کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ ان کی گرفتاری کے خلاف کے احتجاج کرنے والوں نے دعویٰ کیا تھا کہ امام کعبہ کو ایک خطبے میں ولی عہد کے طرز حکمرانی کو مطلق العنان قرار دینے کے اگلے روز گرفتاری عمل میں لائی گئی تھی۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

سعودی عرب میں پی ایچ ڈی کی طالبہ کو 34 سال قید کی سزا

ریاض کی خصوصی فوجداری عدالت (ایس سی سی) نے 34 سالہ سلمیٰ الشہاب کو 34 برس قید کی سزا سنائی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان پر 34 برس تک سفری پابندی بھی عائد کردی گئی ہے۔ اس سزا کو سعودی معیار کے مطابق بھی سخت تصور کیا جا رہا ہے۔ پی ایچ ڈی کی طالبہ، جس نے برطانیہ کی لیڈز یونیورسٹی میں داخلہ لیا تھا، کو دسمبر 2020ء میں اس وقت گرفتار کر لیا گیا تھا، جب وہ اپنے آبائی ملک کے دورے کے لیے واپس آئی تھیں۔ عدالتی فیصلے کے مطابق ملزمہ کو ان لوگوں کی مدد کرنے پر قصوروار قرار دیا گیا ہے، جو اپنے ٹویٹر اکاؤنٹس کے ذریعے عوامی بدامنی پھیلانے جبکہ شہری اور قومی سلامتی کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بیرون ملک اپنے دوسالہ قیام کے دوران انہوں نے سوشل میڈیا پر ایسی پوسٹس کو شیئر اور لائیک کیا تھا، جن میں مقید انسانی حقوق کے کارکن لجین الھذلول کی رہائی اور سعودی عرب میں صنفی مساوات کے مطالبات کی حمایت کی گئی تھی۔ دریں اثنا سلمیٰ الشہاب کے وکیل کے پاس اس سزا کے خلاف اپیل کرنے کے لیے 30 دن کا وقت ہے، ان کے وکیل نے پہلے ہی 34 سال کی سزا کے خلاف معافی کی درخواست دائر کر رکھی ہے اور اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کو اس سزا پر نظر ثانی کا قانونی اختیار حاصل ہے۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

بھارت اور امریکہ کی مشترکہ فوجی مشقوں پر چین برہم

چین نے بھارت اور امریکہ کی لائن آف ایکچوئل کنٹرول پر مشترکہ فوجی مشقوں کو دوطرفہ سرحدی معاملے پر مداخلت قرار دیتے ہوئے برہمی کا اظہار کیا ہے۔ عالمی خبر رساں ادارے کے مطابق چین کی سرحد کے نزدیک بھارتی ریاست اتراکھنڈ کی بلند ترین چوٹیوں پر بھارت اور امریکہ ’’یودھ ابھیاس‘‘ کے نام سے 18 اکتوبر سے 31 اکتوبر تک مشترکہ جنگی مشقیں کریں گے جس کی تیاریاں آخری مراحل میں ہیں۔ خیال رہے کہ بھارت اور چین کے درمیان گزشتہ 2 برس سے اس سرحد پر کافی کشیدگی دیکھی گئی ہے اور دونوں جانب سے بھاری تعداد میں نفری تعینات اور جنگی ساز وسامان نصب کیے گئے ہیں۔ چین نے ان مشترکہ فوجی مشقوں پر کہا ہے کہ ہمارا اس سرحد پر بھارت کے ساتھ کئی برسوں سے تنازع ہے۔ امریکہ کی بھارت کے ساتھ اس سرحد پر فوجی مشقیں دوطرفہ تنازعے میں کسی تیسرے فریق کی مداخلت سے تعبیر کی جائے گی۔ تاہم بھارت نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ لائن آف ایکچوئل کنٹرول پر امریکا کے ساتھ مشترکہ فوجی مشقوں کا ہدف چین نہیں ہے اور یہ ایل سی پر دونوں فریق ممالک کے درمیان پیدا صورت حال سے بالکل مختلف معاملہ ہے۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوکر یوکرینی نوجوان نے اسلام قبول کیا

پوری دنیا میں جاری اسلاموفوبیا اور مسلمانوں کے خلاف منافرت کی تیز ہوا کے درمیان اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوکر ایک یوکرینی نوجوان نے اسلام قبول کرلیا۔ تفصیلات کے مطابق اسلام کی تعلیمات نے خارکیف کے معذور یوکرینی نوجوان ورونکو کے دل میں جگہ بنالی اور اس نے اسلام قبول کرلیا۔ روسی حملے میں خارکیف کے رہائشی ورونکو نہ صرف اپنا گھر کھو بیٹھے تھے بلکہ اہلیہ اور 2 بیٹیوں سے بھی جدا ہوگئے تھے۔ (یو این آئی)

2023 میں میٹرک کا امتحان دینے والے طلبہ وطالبات کے لیے امارت شرعیہ میں بورڈ امتحان کی تیاری کا نظم

امارت جونیر پروگرام 2022 کی شاندار کامیابی کے بعد زیادہ منظم طریقہ سے کوچنگ چلانے کا عزم

2023 میں میٹرک کا امتحان دینے والے طلبہ و طالبات کے لیے امارت شرعیہ میں امارت جونیر پروگرام کے تحت کوچنگ شروع کرنے سے متعلق پھلواری شریف اور مضافات کی عوام وخواص، ائمہ کرام، علماء اور معززین کی ایک نشست مورخہ 25 اگست 2022 کو مرکزی دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے کانفرنس ہال میں منعقد ہوئی۔ رحمانی تھرٹی کے سی ای او جناب انجینیئر حامد ولی فہد رحمانی صاحب نے اپنے خطاب میں کہا کہ 21-2020 کے تعلیمی سال کے لاک ڈاؤن کی وجہ سے بری طرح متاثر ہونے کی وجہ سے خاص طور پر مائنوریٹی کے طلبہ وطالبات کا بڑا تعلیمی نقصان ہوا تھا۔ اسکولوں وکوچنگ سنٹروں کے بند رہنے کی وجہ سے ان کی تعلیم پر بہت برا اثر پڑا، اور امتحان کی تیاری کے سلسلہ میں مناسب رہنمائی اور تیاری نہیں ہو پائی۔ آگے کی تعلیم کے لیے کسی بھی اچھے پلس ٹو اسکول یا کالج میں مطلوبہ اسٹریم میں داخلہ کے لیے میٹرک میں اچھے نمبرات سے کامیاب ہونا بہت ضروری ہے۔ اس لیے ایسے طلبہ و طالبات کی ضرورت کا خیال کرتے ہوئے امارت شرعیہ کے زیراہتمام میٹرک کے امتحان کی تیاری کا نظم امارت شرعیہ کے کیمپس میں واقع ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کی عمارت میں کیا گیا، جس کا بہت ہی بہتر نتیجہ برآمد ہوا۔ نہ صرف بورڈ کے امتحانوں میں یہاں کے طلبہ نے اپنا جلوہ بکھیرا بلکہ رحمانی تھرٹی میں صرف اس ایک انسٹی ٹیوٹ سے بیس سے زیادہ طلبہ منتخب ہوئے، جو کہ پھلواری شریف اور اس کے آس پاس کے لوگوں کے لیے بہت ہی فخر کی بات ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج ملک کے جو اعلیٰ تعلیم کے اہم ادارے ہیں جن کو انسٹی ٹیوٹ آف نیشنل امپورٹنس کہا جاتا ہے، ان اداروں میں ہمارے طلبہ کی تعداد بہت کم ہے، ان اداروں میں داخلہ کے لیے بنیاد مضبوط ہونا بہت ضروری ہے۔ امارت جونیر پروگرام نے طلبہ و طالبات کی بنیاد کو مضبوط کرنے کی جانب قدم اٹھایا ہے، چند برسوں میں آپ اس کا خوشگوار نتیجہ دیکھیں گے، جب ہمارے بچے انسٹی ٹیوٹ آف نیشنل امپورٹنس میں جگہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے، اس وقت یہ ہم سب کے لیے خوشی اور فخر کی بات ہوگی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم آپ مل کر دونوں اپنے اپنے حصہ کی ذمہ داری پورے اخلاص، ایمانداری اور محنت سے انجام دیں۔ اپنے کلیدی خطاب میں نائب امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب مدظلہ نے کہا کہ وہ چیزیں جو انسان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بہتر بناتی ہیں ان میں سب سے اہم تعلیم ہے، تعلیم کے ذریعہ انسان معاشی، معاشرتی، اخلاقی، تہذیبی اور ثقافتی طور پر بہتر بنتا ہے، ایک اچھے سماج کی تشکیل کے لیے سماج میں تعلیم کا فروغ بہت ضروری ہے، اسی لیے امارت شرعیہ نے ہمیشہ تعلیم کے فروغ کے لیے کام کیا ہے۔ امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم نے پہلے دن سے ہی تعلیمی ترقی کو امارت کے لئے اولین ترجیحی ایجنڈ ابنایا ہے۔ اپ کی سوچ ہے کہ ملت کا ہر بچہ اسلامی ماحول میں معیاری تعلیم حاصل کرے۔ اپنی اس فکر کو عملی جامہ پہنانے کے لیے امارت شرعیہ کے پلیٹ فارم سے کئی منصوبوں کا آغاز کیا، جس میں امارت کے دائرہ کار کے تمام اضلاع میں دینی مکاتب کے قیام اور پرائمری، مڈل اور سینئر سکینڈری کے معیاری اسکولوں کے قیام کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ اور سال گزشتہ سے میٹرک کی امتحان کی تیاری کے لیے طلبہ وطالبات کی کوچنگ کا نظم کرکے ان کو اعلیٰ تعلیم میں مضبوط بنیاد کے ساتھ شامل ہونے کا موقع فراہم کیا ہے۔ جسے آئندہ اور بہتر طریقے سے چلانے کا مضبوط ارادہ ہے، آپ حضرات اپنی آبادیوں کے طلبہ وطالبات کو اس نظام سے جوڑ کر انہیں کامیاب زندگی گزارنے کا موقع فراہم کریں۔ قائم مقام ناظم امارت شرعیہ جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے امارت جونیر پروگرام کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت امیر شریعت مدظلہ نے ان طلبہ و طالبات کے لیے جو 2022 میں میٹرک کا امتحان دینے والے تھے ان کو بہترین تحفہ دیتے ہوئے امارت شرعیہ کے کیمپس میں ان کے لیے میٹرک کی بہتر تیاری کے لیے تین ماہ کا کریش کورس (Crash Course) امارت جونیر پروگرام کے نام سے شروع کیا۔ جس میں ماہر اساتذہ کے ذریعہ امتحان کی تیاری کرائی گئی۔ جونیر پروگرام کے تحت کوچنگ کرنے والے بچوں نے سی بی ایس ای اور بہار بورڈ کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ سی بی ایس ای امتحان میں تو نتائج اور بھی شاندار رہے، زیادہ تر بچوں نے نوے فیصد سے زیادہ نمبرات حاصل کیے، سبھی طلبہ نے ممتاز مقام (Distinction) حاصل کیا۔ امارت شرعیہ جونیئر پروگرام کے زیادہ تر طلبہ وطالبات اپنے اپنے اسکول کے ٹاپر رہے ہیں۔ اس ریزلٹ سے حوصلہ پا کر حضرت امیر شریعت کی ہدایت پر امارت شرعیہ نے 2023 میں میٹرک کا امتحان دینے والے طلبہ وطالبات کے لیے امارت جونیر پروگرام کو مزید منظّم اور بہتر طریقہ سے چلانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس سال سی بی ایس ای اور بہار بورڈ کے لیے علاحدہ علاحدہ کلاسز کا نظم ہوگا، طلبہ کے لیے علاحدہ کلاس اور طالبات کے لیے علاحدہ کلاس کا انتظام رہے گا۔ ماہر اساتذہ کی نگرانی میں میٹرک کے تمام اہم سبجیکٹ؛ میتھ (Math)، سائنس (Science)، انگریزی (English)، سوشل سائنس (Social Science)، اردو (Urdu) اور ہندی (Hindi) کی تیاری کرائی جائے گی۔ قاضی شریعت جناب مولانا محمد انظار عالم قاسمی صاحب نے لوگوں کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ خیر کے کاموں میں ہم سب کو تعاون کرنا چاہیئے، امارت شرعیہ نے طلبہ و طالبات کو اعلیٰ تعلیمی میدان میں آگے بڑھانے کا جو ذمہ اٹھایا ہے اس سے نہ صرف ان کا مستقبل استوار ہوگا، بلکہ مسلم معاشرہ کی بھی تعلیمی اور معاشی حالت بہتر ہوگی، اس لیے ہم سب کو چاہیئے کہ اپنے حصہ کا تعاون کریں اور اپنے اپنے علاقہ کے طلبہ اور ان کے گارجین کو ترغیب دیں کہ وہ اس سنہرے موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ اس نشست میں پھلواری شریف اور آس پاس کے معززین، ائمہ اور علماء کے ساتھ ساتھ امارت جونیر پروگرام کے طلبہ اور ان کے گارجین حضرات نے شرکت کی۔ شرکاء میں سے بھی بہت سے لوگوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا، سوال جواب کا سیشن بھی چلا، جس میں شرکاء نے اپنے سوالات رکھے جس کا جواب ذمہ داروں کی طرف سے دیا گیا۔ جناب محمد عارف خان صاحب ڈائرکٹر امارت جونیر پروگرام نے آخر میں بتایا کہ 2023 کے سیشن کے لیے داخلہ کا آغاز دو دنوں میں ہو جائے گا۔ خواہش مند طلبہ و طالبات آن لائن اور آف لائن فارم بھر سکتے ہیں۔ ایڈمیشن داخلہ ٹیسٹ (Entrance Test) کی بنیاد پر ہوگا۔ رجسٹریشن کے لیے کوئی فیس نہیں ہے۔ کریش کورس کا یہ نظم غیر رہائشی ہوگا، اس لیے پٹنہ ضلع سے باہر رہنے والے جو بچے اس میں شریک ہونا چاہیں گے، انہیں اپنی رہائش کا خود انتظام کرنا ہوگا۔ اس پروگرام میں صرف وہ بچے حصہ لیں جو اپنی محنت پر اعتماد رکھتے ہیں اور ہر روز کم از کم آٹھ سے دس گھنٹے خود سے اپنی پڑھائی میں لگا سکتے ہیں۔ اس لیے ان تمام طلبہ و طالبات سے جو 2023 میں میٹرک کا امتحان دینا چاہتے ہیں ان سے اپیل ہے کہ وہ اس سنہرے موقع کا فائدہ اٹھائیں اور میٹرک کے امتحان کی بہترین تیاری کرکے امتحان میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوں۔ اس نشست میں مولانا سہیل احمد ندوی، مولانا مفتی محمد سہراب ندوی، مولانا مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی، مولانا رضوان احمد ندوی، مولانا احمد حسین قاسمی، مولانا قمر انیس قاسمی، مولانا محمد ارشد رحمانی، مولانا نصیر الدین مظاہری، جناب احسان الحق صاحب رکن شوریٰ امارت شرعیہ، مولانا محمد ایوب نظامی قاسمی، مولانا گوہر امام قاسمی، مولانا عظیم الدین رحمانی، مولانا ساجد رحمانی، مولانا سفیان صاحب، مولانا راشد نجمی کے علاوہ مقامی معززین کی بڑی تعداد شریک تھی۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

ضلع ارریہ کے بھرگامابلاک کی مختلف آبادیوں میں نئی تنظیم کا قیام

مبلغ امارت شرعیہ جناب مولانا مزمل حسین قاسمی صاحب ضلع ارریہ کے بھرگاما بلاک میں نئی تنظیم کے قیام اور قدیم تنظیموں کے استحکام میں مصروف ہیں، موصوف نے اس سفر کے دوران جن مقامات پر نئی تنظیم قائم کر کے نقباء ونائبین نامز کئے ہیں، اس کی ایک جھلک ذیل میں پیش ہے، تنظیم کے قیام کے موقع پر نقباء ونائبین کو ان کے منصب کی عظمت اور ذمہ داریوں سے بھی روشناس کرایا گیا۔

اسمائے گرامی	عہدہ	مقام	پنچایت
مولانا ضیاء الرحمٰن ولد عطاء الرحمٰن	نقیب	نیا بھرگاما، جامع مسجد حلقہ	نیا بھرگاما
حافظ افسر حسین ولد ضیاء الدین	نائب نقیب	نیا بھرگاما، جامع مسجد حلقہ	نیا بھرگاما
ضیاء الرحمٰن عرف جمن ولد علی حسن	نائب نقیب	نیا بھرگاما، جامع مسجد حلقہ	نیا بھرگاما
جناب عبدالرؤف ولد خلافت حسین	نقیب	نیا بھرگاما، زکریا مسجد حلقہ	نیا بھرگاما
ماسٹر سنجر عالم ولد محی الدین	نائب نقیب	نیا بھرگاما، زکریا مسجد حلقہ	نیا بھرگاما
حافظ عبدالحنان ولد محمد طیب	نائب نقیب	نیا بھرگاما، زکریا مسجد حلقہ	نیا بھرگاما
مولانا رضوان عالم ولد نورالہدی	نقیب	نیا بھرگاما، مسجد سعد، پورب محلّہ	نیا بھرگاما
تجمل حسین ولد علیم الدین	نائب نقیب	نیا بھرگاما، مسجد سعد، پورب محلّہ	نیا بھرگاما
الحاج ریاض الدین ولد عبدالجبار	نقیب	نیا بھرگاما، چھوٹی مسجد گنبدوالی	نیا بھرگاما
الحاج محمد عمر ولد عبدالحمید	نائب نقیب	نیا بھرگاما، چھوٹی مسجد گنبدوالی	نیا بھرگاما
الحاج غلام رسول ولد شہادت حسین	نائب نقیب	نیا بھرگاما، چھوٹی مسجد گنبدوالی	نیا بھرگاما
آفاق عالم ولد ڈاکٹر عثمان	نقیب	نیا بھرگاما، جامع مسجد پچھّم ٹولہ	نیا بھرگاما
ماسٹر فیروز ولد عبدالغنی	نائب نقیب	نیا بھرگاما، جامع مسجد پچھّم ٹولہ	نیا بھرگاما
عبدالرؤف ولد محمد مسلم امیر صاحب	نائب نقیب	نیا بھرگاما، جامع مسجد پچھّم ٹولہ	نیا بھرگاما
شمس الحق ولد چھٹکن میاں مرحوم	نقیب	نیا بھرگاما، رحمانیہ مسجد، پچھّم ٹولہ	نیا بھرگاما
حشام الدین ولد عثمان مرحوم	نائب نقیب	نیا بھرگاما، رحمانیہ مسجد، پچھّم ٹولہ	نیا بھرگاما
مولانا محمد فاروق ولد ریاض الدین	نقیب	ہنگوا، جامع مسجد محلّہ	نیا بھرگاما
محمد ابراہیم ولد واجد علی مرحوم	نائب نقیب	ہنگوا، جامع مسجد محلّہ	نیا بھرگاما
عبدالشکور ولد رمضان علی صاحب	نائب نقیب	ہنگوا، جامع مسجد محلّہ	نیا بھرگاما
ڈاکٹر عبدالجبار ولد لیاقت علی	نقیب	برموترا، جامع مسجد محلّہ	ہری پور کلاں
حافظ مجیب الرحمٰن صاحب	نائب نقیب	برموترا، جامع مسجد محلّہ	ہری پور کلاں
مولانا نوشاد عالم نعمانی	نقیب	فرید پور جامع مسجد محلّہ	دھنیشوری
محمد جمیل ولد محمد کلیم الدین	نائب نقیب	فرید پور جامع مسجد محلّہ	دھنیشوری
منصور عالم ولد کرام الدین	نائب نقیب	فرید پور جامع مسجد محلّہ	دھنیشوری
مولانا منت اللہ ولد مولانا ابراہیم	نقیب	بیجو پٹی، پرانی مسجد محلّہ	دھنیشوری
جناب محمد اسلام الدین	نائب نقیب	بیجو پٹی، پرانی مسجد محلّہ	دھنیشوری
جناب مولانا عبداللہ صاحب	نائب نقیب	بیجو پٹی، پرانی مسجد محلّہ	دھنیشوری

ضلع کشن گنج کے کوچادھامن بلاک میں نومنتخب نقباء ونائبین کے درمیان سند نقابت کی تقسیم

جناب مولانا عباس مظاہری صاحب مبلغ امارت شرعیہ ضلع کشن گنج کے کوچا دھامن بلاک میں تنظیمی وتبلیغی سفر پر ہیں، موصوف نے قدیم تنظیموں کے استحکام کے ساتھ سات نئے مقامات پر نئی تنظیم قائم کی، مورخہ ۴/اگست ۲۰۲۲ء کو جامع مسجد بھگال میں تنظیم کے ذمہ دار نقباء ونائبین کے درمیان سند نقابت تقسیم کی گئی اور انہیں سند نقابت کی اہمیت اور اس منصب کی ذمہ داریاں بتائی گئیں۔جن حضرات کو بحیثیت نقیب ونائب نقیب سند نقابت دی گئی ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	اسمائے گرامی	عہدہ	مقام	پنچایت
۱	مفتی عمران قاسمی ولد محمد اقبال	نقیب	خانقاہ ٹولہ بھگال، وارڈ نمبر ۹	بھگال
۲	مولانا مناظر ولد محمد مسلم	نائب نقیب	خانقاہ ٹولہ بھگال، وارڈ نمبر ۱۱	بھگال
۳	مقصود عالم ولد شہر الدین	نقیب	بکاشت ٹولہ بھگال، وارڈ نمبر ۱۱	بھگال
۴	خورشید انور ولد سیف الدین	نائب نقیب	بکاشت ٹولہ بھگال، وارڈ نمبر ۱۱	بھگال
۵	انور شاہد ولد علام الظفر صدیقی	نقیب	جامع مسجد پورب ٹولہ بھگال	بھگال
٦	محمد قابل انصاری ولد صحیح الدین	نائب نقیب	جامع مسجد پورب ٹولہ بھگال	بھگال
۷	ڈاکٹر وصی اصغر ولد محبوب اختر	نقیب	اترٹولہ بلال مسجد، بھگال	بھگال
۸	ماسٹر جابر عالم ولد شہاب الدین	نائب نقیب	اترٹولہ بلال مسجد، بھگال	بھگال
۹	محمد سلمان راغب ولد محمد الیاس	نقیب	شاہ نگر اہاٹ	بھگال
۱۰	حافظ نظر احسان ولد مقصود عالم	نائب نقیب	شاہ نگر اہاٹ	بھگال

شعبہ تبلیغ وتنظیم کی میٹنگ اور کارکردگی کا جائزہ

مورخہ ۲۳/اگست ۲۰۲۲ء بروز سوموار شعبۂ تبلیغ وتنظیم کی ایک جائزہ میٹنگ زوم ایپ پر امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ کی صدارت میں ہوئی، جس میں نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب، قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب، راقم محمد سہراب ندوی، جناب مولانا احمد حسین قاسمی صاحب اور مولانا قمر انیس قاسمی صاحب شریک ہوئے، اس میٹنگ میں ضلع وبلاک سطح کے ذمہ داران تنظیم امارت شرعیہ اور حضرات مبلغین امارت شرعیہ کی فکری تربیت کے سلسلہ میں تحریری مواد کا جو مسودہ تیار کیا گیا ہے، اس کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو ہوئی اور حضرت امیر شریعت مدظلہ نے بڑی بصیرت وفراست کے ساتھ تربیتی نقطۂ نگاہ سے مضامین مرتب کرنے کے سلسلہ میں خصوصی رہنمائی فرمائی، دوسرے ایجنڈے کے ذیل میں حضرات مبلغین کے ہفتہ وار مالیاتی رپورٹ سے متعلق غور وخوض ہوا، اور ہر ہفتہ حضرات مبلغین کی طرف سے مالیاتی رپورٹ موصول ہوجائے اس کو یقینی بنانے پر زور دیا گیا، تیسرے ایجنڈے کے ذیل میں قومی محصول کے کاموں کا جائزہ لیا گیا اور اس کام کو ضلع وار منظّم کرنے اور قومی محصول کی کڑی سے ہر آبادی کے بالغ مسلمانوں کو جوڑنے کی طرف توجہ دلائی گئی، واضح رہے کہ حضرت امیر شریعت مدظلہ دیگر شعبہ جات کے ساتھ شعبہ تبلیغ وتنظیم کو وسعت دینے اور نئی تیکنک کے ساتھ اس کو زیادہ سے زیادہ مضبوط ومستحکم بنانے کے سلسلہ میں خصوصی طور پر فکرمند ہیں، اسی فکرمندی کا نتیجہ ہے کہ آپ کے حکم سے اچھی تعداد میں حضرات مبلغین شعبہ میں بحال کئے گئے اور عزم ہے کہ مزید باصلاحیت علماء اس شعبہ میں بحال کئے جائیں اور تنظیم کی کڑی کو بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی ایک ایک مسلم آبادی سے جوڑا جائے۔

دھپاری ضلع سہرسہ کے آتش زدگان کی امارت شرعیہ کی جانب سے مدد

امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ کی ہدایت پر 21 اگست 2022 روز اتوار کو قاضی شریعت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد انظار قاسمی کی قیادت میں امارت شرعیہ کی ایک ریلیف ٹیم نے موضع دھپاری ضلع سہرسہ کے آتش زدگان اور متاثرین کی امداد کی۔اس ریلیف ٹیم میں جناب ڈاکٹر ابوالکلام صاحب سرپرست تنظیم امارت شرعیہ ضلع سہرسہ، جناب پروفیسر طاہر حسین صاحب صدر تنظیم امارت شرعیہ ضلع سہرسہ، جناب ڈاکٹر محمد طارق صاحب سکریٹری تنظیم امارت شرعیہ ضلع سہرسہ، مولانا عبدالصمد رحمانی سکریٹری بلاک کہرا، ضلع سہرسہ، مکھیا انعام الحق صاحب نائب سکریٹری تنظیم امارت شرعیہ مہیشی بلاک ضلع سہرسہ، مولانا یوسف قاسمی احب قاضی شریعت دار القضاء امارت شرعیہ ضلع سہرسہ، جناب انوار اللہ عرف جگنو صاحب شریک تھے۔اس ریلیف ٹیم نے متاثرہ خاندانوں کو تسلی کے کلمات کہے اور امارت شرعیہ کی جانب سے صبر واستقامت کی تلقین کی۔ان سبھی متاثرہ خاندانوں کی مالی مدد کی گئی۔
خیال رہے کہ کچھ ایام پہلے اچانک اس بستی میں آگ لگنے کی وجہ سے کئی مکانات بری طرح جل گئے۔اس واقعہ میں گرچہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا، لیکن گھر کے علاوہ اناج اور گھر کے دیگر ساز وسامان پوری طرح خاکستر ہو گئے۔مقامی لوگوں کی جانب سے امارت شرعیہ کے اس اقدام کی پذیرائی کی گئی اور حضرت امیر شریعت اور امارت شرعیہ کا لوگوں نے اس امداد کے لیے شکریہ ادا کیا۔

راجہ سنگھ کا بیان بے ہودہ، ناشائستہ اور تکلیف دہ
ایسے بدزبانوں کو لگام دینا حکومت کی ذمہ داری

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے اپنے پریس نوٹ میں کہا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تمام مسلمانوں کو اُن کے اپنے وجود اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے، اور اُن کی شان میں ہتک ادنی سے ادنی مسلمان کے لئے بھی نا قابل برداشت ہے، افسوس کہ ادھر فرقہ پرست قائدین نے مسلمانوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر زبان کھولنا شروع کر دیا ہے، جس کی ایک تازہ مثال حیدر آباد کے بی جے پی لیڈر ٹی راجہ سنگھ کا بے ہودہ اور ناشائستہ بیان ہے، حکومت کو چاہئے کہ ایسے بدزبان لوگوں کو لگام دے، اس سلسلہ میں مؤثر قانون بنائے اور پہلے سے جو قانون موجود ہے، پوری قوت کے ساتھ اس کو نافذ کرے، مذہبی مقدس شخصیتوں سے لوگوں کے جذبات وابستہ ہوتے ہیں، تمام لوگوں پر اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور مسلمان علماء اور دانشوروں نے ہمیشہ اس کا لحاظ رکھا ہے۔
مولانا رحمانی نے مسلمانوں سے بھی اپیل کی ہے کہ وہ صبر اور تحمل سے کام لیں، حکومت سے اس سلسلہ میں نمائندگی کریں اور ایسے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے قانون کی طاقت کا استعمال کریں، مولانا رحمانی نے مزید کہا کہ مستقبل قریب میں ربیع الاول کا مہینہ آرہا ہے، اس کو تعارف پیغمبر کا مہینہ بنایا جائے، مسلم تنظیمیں، مدارس، مسجدوں کے ذمہ داران قرب وجوار کے غیر مسلم بھائیوں کو مدعو کر کے اُن کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی اور سچی سیرت پیش کریں؛ کیوں کہ جہالت کا اندھیرا بُرا بھلا کہنے سے ختم نہیں ہوگا، اس وقت ختم ہوگا جب سچائی کا چراغ روشن کر دیا جائے۔

ادارۃ المباحث فقہیہ کے سترہویں فقہی اجتماع میں کئی اہم تجاویز منظور

ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند نے ۱۲/تا ۱۴/اگست ۲۰۲۲ء حج ہاؤس بنگلور، صوبہ کرناٹک میں منعقد ہونے والے اپنے سترہویں فقہی اجتماع میں بحث وتمحیص اور غور وفکر کے بعد کئی اہم جدید مسائل پر مندرجہ ذیل تجاویز منظور کی ہیں۔

شرکت محدودہ (لمٹیڈ کمپنی سے متعلق مسائل کی تنقیح)

(۱) شرکت محدودہ (لمٹیڈ کمپنی) اصولی طور پر شرکت عنان یا مضاربت کے قریب تر ہے۔ لہٰذا اگر ایسی کمپنی کا بنیادی کاروبار سود وقمار اور اشیائے محرمہ کی صنعت وتجارت پر مشتمل نہ ہو تو ایسی کمپنی قائم کرنا، اس میں شریک ہونا، ملازمت کرنا اور اس سے منافع حاصل کرنا جائز ہے۔

(۲) لمٹیڈ کمپنی اگر خسارے سے دوچار ہو جائے تو ذمہ داران پر کمپنی کی منقولہ اور غیر منقولہ املاک اور اثاثوں کو فروخت کر کے قرض اور دیگر بقایاجات کی ادائیگی لازم ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کمپنی کے ذمہ کچھ دین باقی رہ جائے اور خسارے کا سبب ذمہ داران کی طرف سے لاپرواہی اور تعدی ہو تو دین کی ادائیگی بہر حال ان کے ذمہ شرعاً ضروری ہوگی۔ البتہ اگر ذمہ داران کی طرف سے تعدی نہ پائی جائے تو وہ اس دین کی ادائیگی کے ذمہ دار نہ ہوں گے۔

میڈیکل (ہیلتھ) انشورنس

صحت اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت ہے، اسی بنا پر اسلام میں حفظان صحت پر خاص توجہ دی گئی ہے، لہٰذا تندرستی کا خیال رکھنا اور حسب وسعت بیماریوں کا علاج کرانا مشروع ہے۔ چنانچہ مروجہ میڈیکل (ہیلتھ) انشورنس کے موضوع پر بحث کے بعد درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں۔

(۱) موجودہ ملکی اور بین الاقوامی حالات کے تناظر میں کسی ناقابل تحمل مصارف بیماری میں مبتلا ہونے کے اندیشہ سے اگر ضرورت مند لوگ ''میڈیکل (ہیلتھ) انشورنس'' کی پالیسی سے استفادہ کریں تو اس کی گنجائش ہے۔

(۲) انفراداً یا گروپ کی شکل میں ضرورۃً میڈیکل انشورنس کراتے وقت بہتر یہ ہے کہ کمپنی سے معاہدہ کر لیا جائے کہ سالانہ پریمیم جمع کرنے کے عوض وہ سال میں کم از کم ایک مرتبہ اپنے ممبران کا میڈیکل چیک اپ ضرور کرائے گی، تو ایسے میں ہیلتھ انشورنس سے بھی استفادہ کی اجازت ہے، اور میڈیکل انشورنس کی یہ شکل ''عقود الصیانۃ'' (سروس کنٹراکٹ) کے مشابہ ہے۔

جی ایس ٹی (GST) میں سودی رقم صرف کرنا

جی ایس ٹی (GST) سرکاری ٹیکس کا وہ نظام ہے جس میں بالترتیب تاجر وصارف حضرات کو مختلف تناسب سے ٹیکس جمع کرنا پڑتا ہے اور سرکاری ضوابط کے مطابق بعض صورتوں میں جمع شدہ رقم واپس مل جاتی ہے اور بعض صورتوں میں نہیں ملتی اور صارفین کو ادا کرنی پڑتی ہے، تو مروجہ پہلوؤں پر بحث کے بعد درج ذیل امور پر اتفاق ہوا۔

(۱) جس صورت میں جی ایس ٹی (GST) میں دی جانے والی رقم صارف یا تاجر کو واپس ملنے کی امید نہ ہو اور وہ رقم بالواسطہ یا بلاواسطہ سرکار کو پہونچتی ہو تو اس میں ''رد الی المالک'' کے اصول پر سرکاری اداروں سے حاصل شدہ سود کی رقم دینے کی گنجائش ہے۔

(۲) دوکاندار صارف سے جی ایس ٹی کے نام پر متعین رقم وصول کر لے تو اس رقم کو حکومت تک پہونچانا لازم ہے۔ اسے کسی تدبیر سے اپنے لیے روکنا درست نہیں ہے۔

میڈیا کے ذریعہ چلائے جا رہے اسلام مخالف پروپیگنڈے سے متعلق تجویز

اس وقت ملک گیر سطح پر اسلامی احکام اور مسلمانوں کی شناخت کے خلاف منظّم انداز سے کوششیں کی جا رہی ہیں اور ان کوششوں کو موثر بنانے کے لیے الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا کا بھرپور سہارا لیا جا رہا ہے۔ سوشل میڈیا پر ایسے افراد اور تنظیموں کی مالی مدد بھی کی جا رہی ہے جو اسلام اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نازیبا تبصروں کے لیے جانے جاتے ہیں۔ کچھ میڈیا چینل اسلام کے بارے میں جاننے کے بہانے ایسے پروگرام پابندی سے پیش کر رہے ہیں جن میں ایسے افراد کو اسلام کے خلاف تبصرہ کرنے کے لیے مدعو کیا جاتا ہے، جنہوں نے کسی وجہ سے اسلام ترک کر دیا ہے اور اب وہ باطل کے آلہ کار بن چکے ہیں۔ ایسے افراد قرآن وحدیث کے غلط مفاہیم ومطالب پیش کرتے ہیں اور اسلام کی وہ تصویر دکھاتے ہیں، جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ان چینلوں پر مسلمانوں کی نمائندگی کے لیے غیر اہل علم طبقہ کے کچھ افراد کو سامنے لایا جاتا ہے تاکہ عوام میں اسلام مخالف پروپیگنڈا کامیاب ہو سکے۔ یہ اجتماع ایسی تمام کوششوں کی پرزور مذمت کرتا ہے۔ یہ اجتماع مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ میڈیا اور سوشل میڈیا پر چلائے جا رہے ان گستاخانہ پروگراموں سے متاثر نہ ہوں اور علمائے دین سے دینی راہنمائی کے لیے رجوع کریں۔ الیکٹرانک یا سوشل میڈیا کے کسی چینل/ پلیٹ فارم پر اگر گستاخانہ مواد نشر ہوتا ہے یا مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا جاتا ہے اور اسلامی مقدسات کی توہین کر کے قانون شکنی کی جاتی ہے تو چند منتخب افراد ایسے چینلوں اور پلیٹ فارمز کے خلاف قانونی چارہ جوئی کریں اور آئی پی سی کی دفعہ 295A کے تحت متعلقہ افراد اور چینل کے خلاف ایف آئی آر درج کرائیں۔

ماہ صفر اور توہم پرستی

مفتی محمد وقاص رفیع

اسلام کی پاکیزہ تعلیمات میں عقل اور محبت کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ ان میں سے اگر کسی ایک چیز کو بھی نکال دیا جائے تو اس کی ساری خوبی اور اس کا سارا حسن ماند پڑ جائے گا۔ عقائد وعبادات کا نظام اگر عقل سے آزاد ہو جائے تو ''توہم پرستی'' سامنے آتی ہے اور عقل کو اگر آسمانی وحی پر مبنی عقائد وعبادات سے خالی کر دیا جائے تو ایسی ''مادیت پرستی'' جنم لیتی ہے جو روحانیت کے حسن اور لطف سے بالکل نابلد ہوتی ہے اور نتیجہ دونوں صورتوں میں گمراہی اور محرومی ہی نکلتا ہے۔ کہیں جسم کے جائز تقاضوں سے محرومی رہتی ہے تو کہیں روح کے حقیقی مطالبات سے محرومی اختیار کرنی پڑتی ہے، زمانہ جاہلیت میں عرب کے اکثر وبیشتر لوگ علم وفضل سے ناواقف، دور بینی اور شائستگی سے دور اور تہذیب وتمدن سے تہی دامن تھے۔ جہالت و ضلالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں نے ان میں بت پرستی رائج کر دی تھی اور بت پرستی نے انہیں توہم پرست بنا دیا تھا جس کے نتیجے میں جزا وسزاء کا تصور اور نیک وبد اعمال پر اچھے اور برے نتیجے کا مرتب ہونا ان کے نزدیک تمسخر کی باتیں بن کر رہ گیا تھا۔ جہالت پرستی اور توہُّم پرستی نے ان کے عقائد واعمال کو ایسا بگاڑ دیا تھا کہ عقل بھی اس پر خندہ زن تھی۔

شرک وبدعت اور کفر وضلالت کے ان گھٹاٹوپ اندھیروں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ان کی جہالت کے اندھیروں کو ختم فرمایا۔ توہُّم پرستی کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حقیقت شناسی کی تعلیم دی، شرک کی جگہ توحید اور بت پرستی کی جگہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی نورانی تعلیمات عنایت فرمائیں اور عقائد واعمال میں ان کیلئے ایسا واضح اور صاف راستہ متعین فرمایا جو ان کو جہنم کے اندھیرے اور تاریکی سے نکال کر جنت کی روشنی کی طرف لے جائے۔ لیکن آج کل اسلامی تعلیمات کی کمی اور مغرب کی نت نئی تہذیب وثقافت قبول کرنے کی وجہ سے ہمارے عام مسلمانوں میں کچھ ایسے خیالات نے جنم لے رکھا ہے کہ جن کا دین وشریعت سے دور کا بھی تعلق نہیں، اسی جہالت کے نتیجے میں آج بھی زمانہ جاہلیت قبل از اسلام کے ساتھ ملتی جلتی مختلف توہم پرستیاں ''ماہِ صفر'' کے بارے میں بھی پائی جاتی ہیں؛ چنانچہ بعض لوگوں اور خاص طور پر خواتین نے تو اس مہینے کا نام ہی ''تیرہ تیزی'' رکھ دیا ہے اور اس مہینے کو اپنے گمان میں ''تیزی'' کا مہینہ سمجھ لیا ہے۔ اس کی حتمی اور قطعی وجہ تو معلوم نہیں ہو سکی کہ اس مہینے کو ''تیرہ تیزی'' کا مہینہ کیوں کہا جاتا ہے؟ البتہ یہ ممکن ہے کہ اس مہینے کو ''تیرہ تیزی'' کا نام اس لئے دیدیا گیا ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرضِ وفات جو اس مہینے میں شروع ہوا تھا وہ مشہور روایات کے مطابق تیرہ (13) دن تک مسلسل جاری رہا تھا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اس سے جہلاء نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تیرہ (13) دنوں میں مرض کی شدت اور تیزی کی وجہ سے یہ مہینہ سب کے حق میں شدید، بھاری اور تیز ہو گیا ہے۔ اگر واقعتاً یہی بات ہے تو یہ سراسر جہالت اور توہُّم پرستی کا شاخسانہ ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں اور ایسا عقیدہ رکھنا سخت گناہ ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس مہینے کے ابتدائی تیرہ (13) روز خاص طور پر بہت زیادہ سخت اور تیز یا بھاری ہوتے ہیں، اسی وجہ سے یہ لوگ صفر کے مہینے کی پہلی تاریخ سے لے کر تیرہ (13) تاریخ تک کے دنوں کو خاص طور پر منحوس سمجھتے ہیں اور بعض جگہ اس مہینے کی تیرہ (13) تاریخ کو چنے اُبال کر یا چُوری بنا کر تقسیم کرتے ہیں تاکہ بلائیں ٹل جائیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان لوگوں کے ابتدائی تیرہ (13) دنوں سے متعلق اس غلط خیال کی وجہ سے ہی اس مہینے کو ''تیرہ تیزی'' کا مہینہ کہا جاتا ہو، حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ''ماہِ صفر میں بیماری، نحوست اور بھوت پریت وغیرہ کا کوئی نزول نہیں ہوتا۔'' (مسلم) اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ''(اسلام میں نہ امراض کا) تعدیہ ہے، نہ ہامہ اور نہ صفر (کے مہینے کی نحوست) ہے۔'' اس پر ایک دیہاتی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''اونٹوں کی ایک جماعت کا کیا معاملہ ہے جو ریت میں اس حال میں ہوتے ہیں کہ گویا وہ ہرن ہیں (یعنی ہرن کی طرح بیماری سے صاف ستھرے ہیں) پھر ان کے ساتھ کوئی خارش زدہ اونٹ آملتا ہے جو اِن سب کو خارش زدہ کر دیتا ہے۔'' تو رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا: ''(اچھا یہ بتاؤ کہ) پہلے اونٹ کو کس کے ذریعے سے خارش لگی؟۔'' یہ سن کر وہ دیہاتی لاجواب ہو گیا۔ (بخاری، مسلم وابوداود)

اسی طرح بخاری شریف میں ہے کہ ''ماہِ صفر'' میں بیماری، بدشگونی، شیطانی گرفت اور نحوست کے اثرات کوئی چیز نہیں ہیں۔ اور مسلم شریف میں ہے کہ بیماری، شیطانی گرفت، ستاروں کی گردش اور نحوست کا ''ماہِ صفر'' سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ''بھوت پریت کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔'' (مسلم) ابن عطیہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ ''بیماری، شیطانی گرفت اور نحوست دوسروں پر اثر انداز نہیں ہوتی اور یاد رہے کہ بیمار اونٹ دوسرے اونٹوں میں نہ جانے پائے'' صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیوں؟ آپؐ نے فرمایا: ''بیمار اونٹ دوسرے اونٹوں کی تکلیف کا سبب بنتا ہے۔'' (موطا امام مالک) دراصل زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ متعدی مرض اور چھوت کی بیماری ہر حال میں دوسرے کو لگتی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یعنی وہ بذات خود بیماری کے دوسرے کی طرف متعدی ہونے کو موثر بالذات سمجھتے تھے اور بعض بیماریوں میں طبعی طور پر لازمی خاصیت کے قائل تھے۔ آپ ﷺ نے اس باطل عقیدے کی اصلاح فرمائی۔ (فیض القدیر) آج کل بھی بعض لوگ مختلف بیماریوں مثلاً کوڑھ، خارش، چیچک خسرہ اور آشوب چشم وغیرہ کو اسی طرح (خود بخود بغیر حکم الٰہی کے لازمی طور پر) متعدی سمجھتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ موت وزندگی، بیماری وتندرستی اور مصیبت وراحت یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اگر ایک بیماری دس (10) آدمیوں کو لگتی ہے تو وہ اللہ کے حکم سے لگتی ہے، بیماری میں ہرگز یہ طاقت نہیں کہ وہ بغیر حکم الٰہی کے کسی دوسرے کو لگ جائے۔ چنانچہ تجربہ ومشاہدہ بتلاتا ہے کہ وبائی امراض میں سبھی مبتلا نہیں ہوتے، بلکہ بہت سے لوگ وبائی بیماروں کے ساتھ رہتے ہوئے بھی ان سے محفوظ رہتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ کوئی بھی بیماری از خود کسی کو نہیں لگتی بلکہ جس وقت اور جب جس کو حق تعالیٰ شانہ چاہتے ہیں بیمار کر دیتے ہیں اور جس کو نہیں چاہتے اسے بیمار نہیں کرتے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے بعض بیماریوں کے ایسے جراثیم پیدا فرمائے ہیں کہ وہ جس کو پہنچتے ہیں اس میں وہ بیماری پیدا ہو جاتی ہے اور وہ متعدی امراض کہلاتے ہیں، جب کہ یہ عقیدہ ہو کہ یہ جراثیم از خود دوسرے کی طرف متعدی ومنتقل نہیں ہوتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے ارادے سے متعدی ومنتقل ہوتے ہیں تو اس صورت میں ان سے احتیاط کرنے اور بچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بعض احادیث میں اسی نقطہ نظر کے پیش نظر بعض بیماریوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بیماری کا تعدیہ، اور ہامہ اور صفر کوئی چیز نہیں ہیں، اور مجذوم اور کوڑھ کے مریض سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔'' (بخاری) خلاصہ یہ کہ احتیاطی تدابیر اور اسباب کے درجے میں، وبائی امراض سے حفاظت اور ان سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کرنے میں کوئی حرج اور کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

آئندہ نسلوں کو الحاد و بے دینی سے کیسے بچایا جائے؟

مولانا محمد حذیفہ وستانوی

ہر مسلمان کا نظر اور عمل یہ ہونا چاہئے کہ وہ دینی علم حاصل کرے، زیادہ نہیں تو بقدر ضرورت حاصل کرے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة** یعنی ضروری علم دین کی تعلیم ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے اب ضروری علم دین کیا ہے تو سب سے پہلے بنیادی عقائد کا جاننا یعنی اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کے مانند کوئی نہیں کوئی چیز اس کو عاجز نہیں کرسکتی، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ ذات قدیم ہے، اس کی کوئی ابتدا نہیں، وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اس پر کوئی فنا نہیں، اور اس کی مشیت سے سب کچھ ہوتا ہے مخلوق میں سے کوئی اس کے مشابہ نہیں، زندہ ہے اس پر موت نہیں آئے گی، نظام عالم کو تھامے ہوئے ہے، غافل نہیں، نہ اسے نیند آتی ہے نہ اونگھ، وہی پیدا کرنے والا بغیر کسی حاجت کے وغیرہ وغیرہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں، ملائکہ اللہ کی پاکیزہ مخلوق ہیں، جنت وجہنم برحق ہیں موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے، تمام آسمانی کتابیں برحق ہیں، تمام انبیاء برحق ہیں، تقدیر چاہے اچھی ہو یا بری منجانب اللہ ہے، برزخ برحق ہے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے، دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا حساب وکتاب دینا ہوگا، میزان عدل قائم کی جائے گی اور جزا وسزا کا فیصلہ ہوگا وغیرہ وغیرہ، یہ تو ہوئے کچھ ضروری عقائد۔ مسلمان پر دوسرا اہم فریضہ نماز ہے، لہذا مسائل نماز کا جاننا ضروری ہے، اگر مالدار ہے تو مسائل زکوۃ کا جاننا، اگر حج فرض ہوجائے تو مسائل حج کا جاننا ضروری، مسائل صوم کا جاننا ضروری، اگر تاجر ہے تو مسائل تجارت کا جاننا ضروری، اگر اجیر ہے تو مسائل اجارہ کا جاننا ضروری، اگر نائی ہے تو حجامت کے مسائل جاننا ضروری، غرضیکہ عقائد، نماز، روزہ اور جس پیشہ سے مسلمان کا تعلق ہو اس کے مسائل کا جاننا ضروری ہے، تاکہ حلال وحرام کے درمیان تمیز کرسکے، زیادہ بہتر تو یہی ہے کہ علم دین حتی المقدور خوب اچھی طرح معتبر علماء سے معتبر کتابوں سے حاصل کرے؛ اب یہ ضروری علم کے حصول کا امکان کس طرح ہو؟

(۱) اولاً تو گھر کا ماحول دینی بنایا جائے، گھر کا ہر فرد فرائض وواجبات کا مکمل اہتمام کرے تاکہ بچوں پر بھی اس کا اثر ہو، کیوں کہ ماحول انسان کو نیک اور بد بنانے میں بڑا کردار ادا کرتا ہے، مغرب کی اندھی اور گمراہ کن تقلید کو ترک کردیا جائے، فیشن زدہ زندگی سے توبہ کی جائے، اور سادہ اسلامی زندگی اپنائی جاوے، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو سی، ڈی پلیر وغیرہ کو گھر میں نہ بسایا جائے انشاء اللہ گھر کا ہر فرد صحیح فکر اور صحیح عقائد کا حامل ہوجائے گا (۲) دوسرا نمبر جب بچہ بولنے لگے تب ہی سے **اللہ و رسول، بسم اللہ، الحمد لله، ماشاء الله، انشاء الله، السلام علیکم، جزاکم الله**، اور ہر موقعہ کی ادعیہ ماثورہ کی اس کو تعلیم دی جائے، اور Good Morning وغیرہ کی تعلیم سے اجتناب کیا جائے تاکہ اسلامی تعلیمات کا وہ بچپن ہی سے عادی بن جائے بعد میں اس کو اجنبیت محسوس نہ ہو (۳) جب بچہ تین چار سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کے لیے دینی تعلیم کا نظم کیا جائے اگر قریب میں مکتب ہو تو اس میں پورے اہتمام کے ساتھ بھیجا جائے ورنہ گھر پر ہی کسی عالم دین کے ذریعہ دینی تعلیم کا نظم کیا جائے تاکہ اس کا مزاج دینی بن جائے۔ ناظرہ مکمل صحت وتجوید کے ساتھ پڑھا دیا جائے اور بچہ کی خوب نگرانی کی جاوے کہ کہیں وہ کسی غلط صحبت میں نہ پڑ جائے، اور بری عادتیں اس میں نہ سما جائیں (۴) جب وہ کچھ بڑا ہو جائے تو کسی بزرگ کی خدمت میں گاہے گاہے لے کر حاضری دیا کریں تاکہ ان کی صحبت اور دعاؤں سے شر وفتن سے محفوظ رہے اور ان کی توجہات سے دین پر ثابت قدم رہے کوئی سوال ذہن میں گردش کرے تو پوچھ لیا کرے، اور اس حاضری کا اہتمام کرے ایسے ہی بزرگ کی خدمت حاضری دے جو مکمل دین کے پابند ہوں بدعات وخرافات کی تائید یا پیروی نہ کرے، ورنہ آپ بھی حسن نیت کے باوجود گمراہ ہوجائیں گے (۵) گھر میں کسی دینی کتاب کی تعلیم کا اہتمام کیا جاوے تاکہ ایمان ویقین میں تازگی پیدا ہوتی رہے، اور الحاد وبے دینی سے پورا گھر محفوظ رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ ان پانچ امور کے اہتمام سے پورا معاشرہ اصلاح اور صراط مستقیم پر آسکتا ہے، اور دینی بیزاری کے سیلاب کو روکا جاسکتا ہے اور قیادت وسیادت عالم ایک بار پھر مسلمانوں کے ہاتھوں میں آسکتی ہے۔ اور ساری انسانیت چین وسکون کا سانس لے سکتی ہے، کیوں کہ دور حاضر کی سب سے بڑی مصیبت ہی بے دینی اور فسق وفجور ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے عصری تعلیم کے حصول کا کیا حکم ہے؟ تو اولاً تو یہ جان لینا چاہئے کہ ہمارا دین مقدم پھر سب کچھ، کیوں کہ دین ہوگا تو سب کچھ ملے گا دین نہ ہوگا، تو کچھ ہاتھ آنے والا نہیں، ترکی 1923ء سے سیکولرزم کی راہ پر چلا، اور دین کو زندگی سے بے دخل کردیا۔ اور یہ کیوں؟ تاکہ ترقی حاصل ہوجائے (العیاذ باللہ) اتاترک کی نظر میں دین ہی اصل رکاوٹ ہے۔ ذرا سوچنے 84 سال ہو چکے کیا ترکی ترقی کرسکا؟ جواب ہوگا نہیں۔ اس لیے دین اسلام سے بغاوت بھی ترقی کی راہ پر نہیں لاسکتی اور یہی حال دنیا کے دوسرے اسلامی ممالک کا ہے مگر اب بھی سمجھ میں آتا نہیں۔ **اللھم وفق و لایة امور المسلمین بالقول و الفعل و العمل لما تحب و ترضی انت یاربنا**۔ مسلمانوں کے مغربی عصری علوم کی طرف میلان کی تاریخ کا آغاز، 1699ء سے ہوتا ہے، اور یہ میلان دشمنان اسلام کی ایک سازش کی تحت تھا تاکہ علوم عصریہ میں مشغول کرکے ان کو دین سے غافل کردیا جائے اور جب دین سے یہ غافل ہوجائیں گے تو ان پر حکومت کرنا آسان ہوجائے گا، اور ہوا بھی ایسا ہی کہ تھوڑے ہی پیمانہ پر انہیں کامیابی ضرور ملی لیکن اس وقت کے علماء نے بہت کوشش کی جس کے نتیجے میں الحمدللہ انہیں مکمل کامیابی نہ مل سکی، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج بھی دین الحمدللہ اپنی تمام صحیح تعلیمات کے ساتھ ایک طبقہ میں موجود ہے مگر جب عصری تعلیم کے حصول کے رجحان سے مسلمانوں کو مکمل طور پر نہ روکا جاسکا تو علماء نے اس کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کو تلقین کی کہ تم شوق سے عصری تعلیم حاصل کرو مگر اسلامی ضروری تعلیم کے ساتھ جس کے لیے باقاعدہ طور پر مکاتب اسلامیہ کا قیام عمل میں لایا گیا جس کی وجہ سے الحمدللہ امت کو بہت نفع ہوا اور مسلمانوں کی بڑی تعداد کفر وشرک، الحاد وزندقہ سے محفوظ ہوتی چلی آرہی ہے، مسلمان والدین اور فکرمند لوگوں کو اسی نظام کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر جب فکرمند علما نے دیکھا کہ امت کا بڑا طبقہ مکاتب اسلامیہ سے بھی غفلت برت رہا ہے، جس کی وجہ سے دین کی بالکل بنیادی باتوں سے ناواقف ہوتا چلا جارہا ہے، اور دوسری طرف دشمنان اسلام نے نصاب ایسا مرتب کیا ہے کہ دین سے کورا مسلمان اس کے جال میں پھنس کر دین سے بیزاری کا اعلان کردیتا ہے اور اسکولوں کا ماحول بھی ایسا کہ وہ غیر شعوری طور پر اسلام ہی سے خارج ہوجاتا ہے، تو علماء نے نصاب بدلنے کی کوشش شروع کردی اور حکومت کی سطح پر جبری تعلیم کی مخالفت کی، جس میں کامیابی نہ مل سکی، تو اب ان کے سامنے یہی راستہ بچ گیا کہ جب ڈگریاں حاصل کرنے کا بھوت سوار ہوچکا ہے اور سیلاب تھامے نہیں تھمتا تو عصری تعلیم دینی ماحول میں حاصل کرنے کی راہ اپنائی جائے اور انہیں بتایا جائے کہ اس سیلاب میں کونسا زہریلا مادہ ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ نصاب ہی طرح بل کہ اس سے کچھ زائد مہلک مرض ماحول سے پیدا ہوتا ہے کم ازکم بے دینی کے ماحول سے مسلمانوں کو بچا لیا جائے، تو اس سے توقع ہے کہ نصاب تعلیم سے پیدا ہونے والے زہریلے اثر کی طرف بھی نشاندہی ہوسکے گی اور اس کے متعدی فساد کو روکا جاسکے گا۔ تعلیمی ماحول کس قدر مؤثر رول ادا کرتا ہے اس کے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”بڑا سبب وہ کالجوں کا لادینی ماحول ہے جس میں ہماری نئی نسل پلتی اور ڈھلتی ہے، جس کی وجہ سے قلوب میں اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ عظمت ومحبت باقی نہیں رہتی، جو ایمان کے لیے ضروری ہے۔“ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں: ”مسلمان تعلیمی ادارے خود قائم کریں اور بچوں کو ابتدا ہی سے دینی ماحول فراہم کیا جائے، یہ مسلمانوں کی موت اور زندگی کا مسئلہ ہے“

اسی طرح سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نظام تعلیم وتربیت میں ارشاد فرمایا: ”مسلمانوں کے اپنے ذاتی کالجز اور ہاسٹیل ہونے چائیں۔ (پاک وہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم تربیت) عارف باللہ قاری صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اجل شیخ اسعد اللہ صاحب کا بھی رجحان یہ تھا کہ مسلمانوں کے اپنے کالجز اور ادارے ہونے چاہئیں، تاکہ نسل کو الحاد سے بچایا جائے جس میں ماحول پورا اسلامی ہو۔

یہ تھی اکابرین امت کی رائے اس سے پہلے بھی بتایا جاچکا کہ مسلمان کے لیے دین بہت اہم بلکہ سب سے اہم ہے سب کچھ برداشت ہوسکتا ہے، مگر دین میں نقص برداشت نہیں ہوسکتا، مسلمانوں کو بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس مسئلہ پر غور کرنا چاہئے، اور اپنے بچوں کو عیسائی مشنری یا کسی دوسرے غیر مسلم اداروں میں تعلیم دینے کے بجائے اسلامی ماحول والے اداروں ہی میں تعلیم کا نظم کرنا چاہیے۔ ورنہ مسلمان کے لیے ڈگریاں اور عہدے سب کچھ دین کے ضائع کرنے کے ساتھ بے سود اور بیکار ہے کیوں کہ آخرت کا خسارہ یہ بڑھا ہوا ہے دنیا کے مقابلہ میں۔ دنیا نہ کما سکے اور مرگئے تو کوئی حرج نہیں مگر دنیا مل جائے اور دین جاتا رہے، یہ کہاں کی عقلمندی ہے؟ یہ تو کوئی ایسا ہی ہوگا جیسے قرآن نے کہا ہے: **أولئک الذین اشتروا الحیاة الدنیا بالآخرة** یعنی ان لوگوں نے دنیوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں خرید لیا۔ یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہوسکتا، اب ذمہ داری آتی ہے ان مسلمان رہنماؤں پر جو اس طرح دینی ماحول میں دنیا کی تعلیم کا نظم قائم کریں تو کن چیزوں کا خیال کریں اور خود کیسے ہوں۔

(۱) اولا تو ذمہ داروں کا طور وطریق رہن سہن بول چال نشست وبرخواست لباس وغیرہ سب کچھ مکمل اسلامی ہو اور دین کا کافی وشافی علم ان کے پاس ہو ساتھ ہی ساتھ دینی حمیت وغیرت ان کی طبیعتوں کا لازمہ ہو تاکہ وہ نوجوانوں کی صحیح تربیت کی فکر کریں اور کالجز کے ماحول کو غیر اسلامی امور سے محفوظ رکھیں اور مداہنت فی الدین کا مظاہرہ نہ کریں۔ (۲) طلبہ کے لیے دینی تعلیم کے حصول کا انتظام کریں تاکہ وہ دین کا ضروری علم جو حاصل کرنا تھا نہیں کرسکے اب اسے حاصل کرلیں اور قرآن کی تلاوت سیکھ لیں۔ (۳) ہاسٹل میں نمازوں کا انتظام کریں اور اس کی پوری نگرانی رکھیں تاکہ طلبا کسی غیر اسلامی، بددینی کے شغل میں نہ پھنسنے پائیں۔ (۴) کالجز میں ہفتہ میں ایک یا دو ایسے لیکچر کا انتظام کریں جس میں نصاب میں سموئے ہوئے زہر سے طلبہ کو متنبہ کیا جائے مثلا بتایا جاوے کہ نظریہ ارتقاء اور ڈاونیت کوئی چیز نہیں یہ باطل اور گمراہ کن عقیدہ ہے دین کی زندگی میں کیا اہمیت ہے عقل نقل اور سائنٹیفک انداز میں یہ چیزیں طلبہ کے سامنے بیان کیا جائے۔ (۵) طلبہ پر محنت کی جائے کہ وہ تبلیغی جماعت میں حصہ لیں تاکہ ضروریات دین کے ساتھ سنن وغیرہ کا علم اور اس پر عمل کرنے کا موقع میسر آوے۔ (٦) وقفہ وقفہ سے بزرگان دین کو بلاکر ان کے درمیان بیانات کا انتظام کریں تاکہ یہ دینی بیانات ان کے اندر دین کی چاشنی اور لذت پیدا کرے۔ (۷) اولا حکومت سے مطالبہ کرے کہ وہ مخلوط تعلیم کے بجائے الگ الگ تعلیم کی اجازت دے اور اگر حکومت نہ منظور کرے تو پردہ کا اہتمام کیا جائے اور لڑکیوں پر دین کی محنت کی جائے۔

خلاصہ کلام یہ کہ موجودہ وآئندہ نسل کے ایمان وعمل اور ان کے اخلاق وتہذیب کی حفاظت کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے کہ جس کے بارے میں کل اللہ کے سامنے جوابدہ ہوں گے، ورنہ کل قیامت کے دن اللہ کو کیا جواب دیں گے۔

بقیہ : عورتوں سے متعلق بعض مسائل .... اس کا ایک دوسری طرح جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ حالت جبر طلاق میں پائی ہی نہیں جاتی اس لیے کہ اگر کسی نے گردن پر بندوق رکھ کر طلاق دینے کو کہا تو اس نے اسے اختیار دیا کہ تم اپنی جان دے دو یا بیوی سے دست بردار ہو جاؤ۔ اس نے اس اختیار سے فائدہ اٹھا کر اپنی جان بچالی اور بیوی کو چھوڑ دیا۔ یہ دو چیزوں کے درمیان اختیار اور پسند کا معاملہ ہے، وہ یہ بھی کرسکتا تھا کہ جان دیدے اور بیوی کو باقی رکھے تاکہ اس کے ترکہ سے اس کو قاعدے سے حصہ مل جائے، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، سوالات عورت کی آزادی اور مساوات کے حوالہ سے بھی اٹھائے جاتے ہیں، عورتوں کو آزادی دے کر مغرب نے اس سے لطف اندوزی کا سامان کرلیا، اسے قحبہ خانوں اور کوٹھوں کی زینت بنادیا، ماچس کی ایک ڈبیہ بھی بغیر اس کی تصویر کے نہیں بیچنے کا تصور دیا، اس آزادی نے عورت کو ایک مظلوم بنا کر رکھ دیا، اسلام نے اسکا سارا کھانا خرچہ مرد پر ڈالا تھا، مرد نے اپنی جان بچانے کے لیے اس سے کموانا شروع کردیا، اب وہ دفتری اوقات میں ڈیوٹی بھی کرتی ہے بچے بھی پیدا کرتی ہے، گھر آنے کے بعد باورچی خانہ بھی اسی کا منتظر رہتا ہے، بال بچوں کی پرورش وپرداخت اور شوہر کی خدمت گذاری بھی اسے کرنی پڑتی ہے، یہ آزادی کے نام پر عورتوں پر ظلم ہے، جسے اسلام کسی طرح برداشت کرنے کو تیار نہیں ہے۔

یہی حال مساوات کا ہے، مساوات کا مطلب صرف یہ ہے صلاحیت وقوت کے مطابق اس کو ترقی کے یکساں مواقع ہوں، اب مساوات کا مطلب یہ لیا جائے کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی چار شادی کی اجازت ہو، تو مساوات کا یہ بھی مطلب ہوگا کہ ایک بچہ ایک سال عورت پیدا کرے اور دوسرا بچہ دوسرے سال مرد پیدا کرے، چیرمین کی کرسی پر ایک دن چیرمین صاحب بیٹھیں اور دوسرے دن چپراسی اس کرسی پر براجمان ہوجائے کیونکہ مساوات کا تقاضہ یہی ہے، ظاہر ہے اس قسم کے مساوات کا کوئی قائل نہیں ہے، لیکن ہمارا دانشور طبقہ بار بار اس بات کو اٹھاتا رہتا ہے، بلکہ ماضی قریب میں تو ایک جج صاحب نے عورتوں کو چار شادی کی اجازت دینے کی تجویز رکھی تھی، اس پر ایک صاحب نے ان سے گذارش کی تھی کہ یہ نیک کام آپ اپنے گھر سے ہی شروع کریں۔

اعتراضات اور بھی ہیں، سب الٹی سوچ کا نتیجہ ہے، جو لوگ اسلامی قانون کو نہیں ماننا چاہتے وہ اسلامی قانون میں ترمیم کے بجائے دوسرا متبادل تلاش لیں۔ انہیں کوئی یہ نہیں کہتا کہ لازماً مسلم پرسنل لا ہی سے چمٹے رہو، مسلم پرسنل لا اسلامی قوانین کا حصہ ہے اور یہ خدائی قانون ہے، اس لیے اس میں کسی قسم کی ترمیم وتنسیخ نہیں ہوسکتی، خواہ عورت کی آزادی کے تعلق سے ہو یا مساوات کے تعلق سے، اسے سماجی اصلاح کا نعرہ دیا جائے یا یکساں سول کوڈ کا، معاملہ نکاح وطلاق کا ہو یا دیگر عائلی اور خاندانی مسائل کا اسلام کا قانون ناقابل تبدیل ہے، جو لوگ تبدیلی چاہتے ہیں، ان کے لیے اسلام سے باہر تبدیلی کے بڑے مواقع ہیں، اگر انہیں کفر کا راستہ ہی پسند ہے تو ان کو نہ کوئی دلیل کام آسکتی ہے اور نہ کوئی منطق۔

انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد

ایک مومن کے لئے اللہ اور آخرت کو ماننے کے بعد یہ ضروری ہوگیا کہ اس دنیا میں ہم اللہ کی بندگی اور فرمانبرداری والی زندگی گذاریں تو ہم اس کے محتاج ہوگئے کہ کسی طرح سے ہمیں یہ معلوم ہوسکے کہ اللہ کے احکام ہمارے لئے کیا ہیں اور اس کی طرف سے کن کاموں کی اجازت ہے اور کن کاموں اور کن باتوں کی ممانعت ہے؟ اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو براہ راست یہ باتیں بتلاتا نہیں اور جو تھوڑی سی عقل اور سمجھ بوجھ انسانوں کو ملی ہوئی ہے وہ اس دنیا کی روزمرہ کی ضرورتوں کے لئے تو کسی حد تک کافی ہے، لیکن یہ معلوم کرنا اس کے بس میں بالکل نہیں کہ اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے اور وہ کن کاموں سے راضی اور کن سے ناراض ہوتا ہے، پس ہماری اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسالت اور پیغمبری کا سلسلہ قائم فرمایا، یعنی اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہماری ضرورت کے لئے سورج پیدا فرمایا جس سے ہم گرمی اور روشنی حاصل کرتے ہیں اور جس طرح اس نے ہمارے لئے غذا کی پیداوار کا نظام قائم کیا، اسی طرح اس نے ہماری ضرورت کے لئے نبوت کا نظام قائم فرمایا، یعنی طے فرمایا کہ اپنے خاص اور منتخب نمائندوں کے ذریعہ عام بندوں تک وہ اپنی ہدایت اور اپنا قانون پہنچایا کرے گا، پس معلوم ہوا کہ نبوت وشریعت درحقیقت خود ہماری ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت وربوبیت کا تقاضا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح کہ سورج اور ہوا اور پانی وغیرہ ہماری ضرورتیں ہیں اور اللہ کی رحمت وربوبیت نے ہماری ضرورت کے لئے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔

پس وہ لوگ بڑے جاہل اور حقیقت ناشناس ہیں جو دین اور شریعت کے متعلق سمجھتے ہیں کہ یہ ایک بوجھ ہے جو اللہ کی طرف سے انسانوں پر لاد دیا گیا ہے اور اس کا تعلق اللہ کی بس صفتِ حاکمیت اور مالکیت سے ہے، بہر حال نبوت اور شریعت ہماری ضرورت اور اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، کیونکہ بندے اسی کے راستہ سے اللہ کی رضا کے مقام تک اور جنت تک پہنچیں گے، اب ایک سوال یہ سامنے آتا ہے کہ نبی کون ہونا چاہئے؟ اس بارے میں بعض قوموں کو بڑے مغالطے ہوئے ہیں، بعضوں نے تو کہا کہ خود خدا کسی روپ میں آکر انسانوں کو اپنا قانون بتاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ بادشاہ اپنی رعیت کے پاس اپنا حکم نامہ بھیجنا چاہتا ہے اور خود ہی پوسٹ مین کی وردی پہن کر اور اس کا روپ بھر کر اپنا حکم نامہ گھر گھر بانٹتا پھرتا ہے، ایسی مہمل اور غلط بات ان ہی لوگوں نے کہی اور ان ہی لوگوں نے قبول کی، جنہوں نے خدا کی شان کو بالکل نہیں سمجھا۔ **سبحان ربک رب العزة عما یصفون**، اور بعضوں نے خیال کیا کہ نبی فرشتہ ہونا چاہئے کیونکہ فرشتہ اللہ کی بڑی مقدس اور سراپا نورانی مخلوق ہے، لیکن ان لوگوں نے یہ نہیں سمجھا کہ نبی اور پیغمبر کے لئے مقدس ہونے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ اس کی ضرورت ہے کہ جن انسانوں کی ہدایت کا کام اس کو کرنا ہے وہ ان کے رجحانات، ان کے مزاج اور ان کے احساسات اور جذبات سے واقف ہو اور فرشتے بے شک مقدس اور نورانی تو ہیں، لیکن انسانی جذبات اور احساسات اور انسانی مزاج اور اس کی خواہشات سے وہ نہ صرف یہ کہ ناواقف ہیں، بلکہ وہ تو ان کو سمجھ بھی نہیں سکتے، مثلاً بھوک، پیاس، غصہ، حسد، نفسانی شہوت ان چیزوں کی حقیقت کو فرشتہ سمجھ ہی نہیں سکتا، یہ بات معمولی غور وفکر سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ انسان کی زندگی میں بہت سی کیفیتیں ایسی ہیں جو اسی وقت سمجھ میں آتی ہیں جب انسان ان سے گذرتا ہے، مثلاً جس شخص میں شہوت کا مادہ ہی نہ ہو یعنی وہ فطرتاً اس سے خالی ہو، وہ شہوت کی حقیقت کو سمجھنے سے بالکل قاصر رہے گا، اسی طرح جس شخص نے کبھی سوتے میں خواب نہ دیکھا ہو، اس کو ہزار سمجھایا جائے وہ خواب کی اصل حقیقت کو کبھی نہیں سمجھا اور ایک شہوت یا خواب ہی پر منحصر نہیں، اکثر انسانی احساسات کا حال یہی ہے جس نے کبھی آم نہیں چکھا، اس کو کسی طرح آم کا ذائقہ نہیں سمجھایا جاسکتا، مادرزاد اندھے کو گلاب کے پھول کی رنگت اور اس کی حسین صورت دو گھنٹے کی تقریر سے بھی نہیں سمجھائی جاسکتی، بہر حال انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو ہدایت دینے والا ہو وہ انسان کے حالات سے اور اس کے رجحانات اور احساسات سے پوری طرح واقف ہو اور یہ بات چونکہ انسان ہی کو حاصل ہوسکتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی ہمیشہ انسانوں ہی میں سے بھیجے اور جو بے وقوف اور احمق یہ کہتے تھے کہ نبی فرشتہ ہونا چاہئے، قرآن مجید میں ان سے کہا گیا کہ: ''**قل لو کان البحر فی الارض ملٰئکة یمشون مطمئنین لنزلنا علیهم من السماء ملکا رسولا**'' (بنی اسرائیل: ۱۱۶)

اس کا مطلب یہی ہے کہ نبی اور رسول اسی جنس میں سے ہونا چاہئے جن کی طرف اور جن کی ہدایت کے لئے وہ بھیجا جائے تو اگر زمین میں بجائے انسانوں کے فرشتے آباد ہوتے اور رسول ان کی ہدایت کے لئے بھیجنا ہوتا تو ہم کسی فرشتہ ہی کو نبی بنا کر بھیجتے، لیکن جب زمین میں مستقل آبادی انسانوں ہی کی ہے اور ان ہی کی ہدایت ورہنمائی کے لئے نبی کی ضرورت ہے تو یہ ضرورت تو انسان ہی سے پوری ہوسکتی ہے، کیونکہ وہی انسانوں کے مسائل اور ان کے احوال اور ان کے طبعی تقاضوں کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے، اس کے علاوہ اگر نبی کو انسان نہ مانا جائے بلکہ خدا، یا خدا کا بیٹا کا اوتار یا فرشتہ سمجھا جائے تو نبوت ورسالت کا مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے، کیونکہ پھر نبی اور رسول کی زندگی ان انسانوں کیلئے نمونہ اور مثال نہیں بن سکتی، جن کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے وہ بھیجا گیا تھا، انسان کسی انسان کی پیروی اور نقل تو کیا کرسکتا ہے اور اس سے اس کا مطالبہ بھی کیا جاسکتا ہے، لیکن خدا کی یا فرشتہ کی نقل کرنا اس بیچارے کے بس کی بات نہیں اور نہ اس سے اس کا مطالبہ ہی کیا جاسکتا ہے، علاوہ ازیں نبیوں اور رسولوں کو خدا یا خدا کا اوتار یا فرشتہ قرار دینے کے بعد ان کی زندگی میں کوئی خاص کمال بھی نہیں رہتا، مثال کے طور پر غور کیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اگر انسان مانا جائے تو ان کی زندگی ایک نہایت کامل اور بلند ترین انسان کی زندگی نظر آئے گی، جس میں ظلم کے مقابلہ میں صبر ہے، حلم ہے، زہد ہے، توکل ہے، علم وحکمت ہے، محبت وہمدردی ہے، دلسوزی وغمخواری ہے اور اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے معجزات ہیں جو گویا ان کی سچائی کی سند اور نشانی ہیں، لیکن اگر ان کو خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا کا اوتار یا فرشتہ مانا جائے تو اس معیار ہماری عقل ان کی زندگی میں حسرتناک نقائص اور کمزوریاں محسوس کرے گی، پھر ان کا کھانا پینا، مریمؑ کے پیٹ سے پیدا ہونا، یہودیوں کا ان کو طرح طرح سے ستانا اور ان کی بے انتہا توہین وتذلیل کرنا (اور انجیلوں کے بیان کے مطابق) ان کا سولی پر چڑھایا جانا، یہ سب باتیں بجائے کمال کے نقائص نظر آئیں گی، جن کی کوئی توجیہ بھی نہ کی جاسکے گی، بلکہ پھر ان کے معجزات میں بھی کوئی ندرت اور خصوصیت نہیں رہے گی، کیونکہ خدا کی قدرت کے تو ان معجزوں سے بھی بڑے بڑے نمونے دنیا کے اس کارخانہ میں ہم ہر وقت دیکھتے رہتے ہیں۔

غرضیکہ اس مسئلہ پر جو شخص کچھ بھی غور کرے گا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ انسانوں کی ہدایت کے لئے آنے والے نبی اور رسول ان ہی کی جنس سے ہونے چاہئیں اور نبیوں اور رسولوں کو خدا یا خدا کا اوتار یا فرشتہ قرار دینا ایک جاہلانہ اور احمقانہ گمراہی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، اسی لئے قرآن مجید میں جا بجا اس حقیقت کا اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے جتنے پیغمبر بھی اس دنیا میں بھیجے وہ سب انسان ہی تھے، ارشاد ہے: ''اے رسول! ہم نے تم سے پہلے بھی جو پیغمبر بھیجے وہ سب آدمی ہی تھے، جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔ (یوسف)

اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بار بار اس کا اعلان کرایا گیا کہ میں تو بس انسانوں میں سے ایک انسان ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا پیغمبر بنایا ہے: ''میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسان ہوں اور اللہ کا پیغمبر'' (بنی اسرائیل، ع:۱) ''آپ اعلان کردیجئے کہ میں تو بس تم جیسا ایک انسان ہی ہوں'' (الکہف، ع:۱۲)

قرآن مجید نے اس مسئلہ کو اتنا روشن کیا ہے کہ سارے نبیوں کا انسان اور بشر ہونا مسلمانوں کے ایمان کا جزو ہوگیا ہے، اسلامی عقائد کی کتابوں میں نبی کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ وہ انسان ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی ہدایت اور اپنا پیغام لے کر اپنے بندوں کی طرف بھیجتا ہے اور پیغمبرانہ ذمہ داریاں اس کے سپرد کرتا ہے۔

یہاں تک کی گفتگو سے یہ معلوم ہوگیا کہ نبوت ورسالت ہماری زندگی کی ایک ناگزیر ضرورت ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نبی اور رسول انسانوں ہی میں سے ہونا چاہئے، نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اسلامی عقیدہ اور قرآن مجید کی تعلیم بھی یہی ہے، اس کے بعد آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جو بڑا رحیم وکریم ہے اور جس نے انسان کے لئے وہ سب چیزیں پیدا کی ہیں جن کی انسان کو اپنی زندگی میں ضرورت ہے، اس نے انسان کی اس سب سے بڑی ضرورت کو بھی ہمیشہ پورا کیا ہے، یعنی جب سے اس دنیا میں انسانوں کا سلسلہ شروع ہوا اسی وقت سے نبوت کا سلسلہ بھی جاری ہے اور ضرورت وقت کے مطابق مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں اور علاقوں میں اس کے پیغمبر آتے رہے ہیں، ہم یہ تو نہیں بتلاسکتے ہیں کہ کل پیغمبر کتنے آئے، قرآن مجید میں ان کی تعداد نہیں بتلائی گئی اور نہ اس کی ضرورت تھی، لیکن یہ صاف صاف فرمایا گیا کہ کوئی ملک اور کوئی مقام ایسا نہیں جہاں ہم نے رسول نہ بھیجا ہو۔ ایک جگہ فرمایا گیا ہے: ''ہر قوم کے واسطے پیغمبر ہیں'' (یونس، ع:۵) دوسری جگہ فرمایا گیا: ''کوئی قوم ایسی نہیں جن کے پاس ہمارا رسول نہ پہنچا ہو (فاطر، ع:۳) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا: ''ہم نے ہر قوم میں نے پیغمبر بھیجے ہیں'' (نحل، ع:۵)

ان پیغمبروں میں سے چند خاص پیغمبروں کے نام اور ان کے کچھ احوال بھی قرآن مجید میں بیان فرمائے گئے ہیں اور باقیوں کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا، لیکن ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ان سب پر ایمان لائیں اور ان سب کو یکساں طور پر اللہ کے راست باز اور پاک باز بندے سمجھیں اور ان سب کا ادب کریں، اس کے بغیر ہم مومن نہیں ہوسکتے، قرآن مجید میں ایمان والوں کا اصول اور عقیدہ یہ بیان کیا گیا ہے: ''کہ ہم اللہ کے پیغمبروں میں کوئی تفریق نہیں کرتے، بلکہ سب کو مانتے ہیں'' (بقرہ، ع:۴۰)

ہر حال مومن ہونے کے لئے سب پیغمبروں پر ایمان لانا ضروری ہے، ہاں اطاعت اور پیروی صرف نبی وقت کی کیجاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی جو احکام لاتا ہے وہ اس کے اپنے احکام نہیں ہوتے، بلکہ خدا کے احکام ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا منشا یہی ہوتا ہے کہ جس زمانہ کے لئے وہ جو احکام بھیجے، ان ہی کا اتباع کیا جائے، نئے احکام آنے کے بعد پہلے احکام منسوخ ہوجاتے ہیں۔

اوپر جو کچھ بیان کیا گیا اس سے ایک بات آپ کو یہ بھی معلوم ہوگئی کہ انبیاء علیہم السلام شریعت ساز نہیں ہوتے بلکہ شریعت رساں ہوتے ہیں، یعنی ان کا منصب یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے عقائد یا احکام تجویز کریں، بلکہ وہ اللہ کی طرف سے صرف احکام لانے والے اور پہنچانے والے ہوتے ہیں اور اپنی جانب سے وہ اس میں کوئی کمی بیشی اور کسی قسم کا تغیر وتبدل بھی نہیں کرسکتے، قرآن مجید میں کئی جگہ یہ مضمون ہے کہ کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کبھی کہتے تھے کہ آپ جو کچھ ہمیں سناتے اور بتلاتے ہیں اس میں سے بعض باتیں ہمیں پسند نہیں، اگر آپ ان میں ہمارے حسب منشا کچھ ترمیم وتبدیل کردیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہوجائیں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب دیتے تھے کہ میرا کام تو صرف اللہ کی بات کو جوں کا توں پہنچانا ہے، مجھے کسی ترمیم وتبدیل کا بالکل اختیار نہیں، چنانچہ اس بارہ میں ایک جگہ ارشاد ہے: ''میں اپنی طرف سے ذرا بھی رد وبدل نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ مجھے وحی کی جاتی ہے اور جو حکم بھیجا جاتا ہے میں تو بالکل اسی کی پیروی کرتا ہوں'' (یونس، ع:۲) ایک دوسرے موقع پر قرآن مجید میں فرمایا گیا: ''ہمارے یہ رسول دین کی جو تعلیم دیتے ہیں تو یہ ان کے اپنے جی کی باتیں نہیں ہیں، بلکہ یہ وحی ہے جو ہماری طرف سے ان کی طرف بھیجی جاتی ہے (النجم، ع:۱) الغرض انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جو احکام وہ لاتے ہیں وہ ان کے اپنے تجویز کئے ہوئے احکام نہیں ہوتے، بلکہ اللہ کے احکام ہوتے ہیں اور وہ ان کے صرف لانے والے اور پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ (ماخوذ از دین وشریعت)

غزوۂ حنین میں فتح ونصرت کا راز

مفتی ابو لبابہ شاہ منصور

''حنین'' مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے جو ذوالمجاز کے بازو میں واقع ہے، وہاں سے عرفات ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ کا فاصلہ دس میل سے کچھ زیادہ ہے، یہاں ہوازن اور ثقیف نامی قبائل آباد تھے، جو اڑیل اور ضدی قسم کے تھے، مکہ مکرمہ فتح ہونے کے بعد جزیرہ عرب پر اسلام غالب آ گیا تھا، مگر ان قبائل میں چونکہ جاہلانہ نخوت بھری ہوئی تھی، اس لئے انہیں یہ بات ناگوار معلوم ہو رہی تھی کہ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں۔ لہذا جب انہوں نے فتح مکہ کی خبر سنی اور قدرتی طور پر یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اب مسلمان ان کی طرف رخ کریں گے تو انہوں نے چند دوسرے مشرک اور متکبر قبائل کے ساتھ مل کر یہ طے کیا کہ مسلمانوں کے ان پر حملہ آور ہونے سے پہلے وہ مسلمانوں پر چڑھائی کر دیں، یہ ان کی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی اور اڑیل پن تھا۔

چنانچہ یہ سب مل کر مالک بن عوف کی سرکردگی میں روانہ ہوئے اور حنین کے قریب وادیٔ اوطاس میں خیمہ زن ہوئے، ان کی کل نفری بیس ہزار تھی اور ان کے جنرل کمانڈر مالک بن عوف ... نے اپنی زیرکمان فوج میں جوش وجذبہ اور آخری دم تک لڑنے کا جذبہ پیدا کرنے لے یہ تدبیری کی کہ سپاہیوں کو اہل وعیال اور مال ومویشی بھی ساتھ لانے کا حکم دیا تاکہ ان میں سے ہر آدمی یہ سمجھ لے کہ اس کے بیوی، بچے اور مال ودولت بھی داؤ پر لگ چکے ہیں، اس طرح کوئی بھی ان کے خیال سے بھاگنے یا کمزور پڑنے کا تصور بھی دل میں نہ لائے، اس کی تدبیر جذباتی پن پر مشتمل اور جنگی حالات کا صحیح ادراک نہ کر سکنے کا مظہر تھی، اسے یہ برتری حاصل تھی کہ جنگ اس کے اپنے اور دیکھے بھالے علاقے میں لڑی جا رہی تھی، لہذا یہ تدبیر قطعاً غیرضروری اور غیرمناسب تھی، طارق بن زیاد سے بھی اس سے ملتی جلتی حکمت عملی منقول ہے، لیکن اس وقت مسلمانوں کا لشکر دشمن کے علاقے میں تھا، پیچھے بحیرۂ روم تھا، لہذا اس وقت کے حالات کے اعتبار سے طارق کی حکمت عملی موقع محل کے مناسب تھی اور بعد کے اوقات نے ثابت کر دکھایا کہ وہ حالات کے رخ کا صحیح ادراک کرنے کی اہلیت رکھتا تھا، مشرکین کے لشکر میں درید بن صمہ نامی ایک معمر شخص بھی تھا، یہ شخص نہایت بہادر اور ماہر جنگجو رہ چکا تھا، اس وقت اگرچہ وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا، لیکن امورِ جنگ سے واقفیت اور صائب رائے دینے میں اس کا جواب نہ تھا، اس نے اس پر اعتراض کیا اور نوجوان سپہ سالار سے کہا: ''بھلا شکست کھانے والے کو بھی کوئی چیز روک سکتی ہے؟ دیکھو! اگر تم ان کو گھیرے میں لینے میں کامیاب ہو گئے تو تم کو صرف مرد کام دیں گے، جن کے پاس تلوار اور نیزہ ہو اور اگر تم گھیرے میں آ گئے تو تم اپنے مال اور بیوی بچوں سمیت ذلیل ورسوا ہو جاؤ گے۔ بہتر یہ ہے کہ ان کو محفوظ مقامات اور بالائی جگہوں پر بھیج دیا جائے، اس کے بعد تم گھوڑوں کی پیٹھ پر بیٹھ کر نئے دین والوں سے ٹکرلو، اگر تم نے فتح حاصل کی تو پیچھے والے تم سے آن ملیں گے اور اگر تمہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا تو تمہارے اہل وعیال اور مال ومویشی بہرحال محفوظ رہیں گے، '' تجربہ کار بوڑھے کا یہ مشورہ نہایت مفید اور مبنی برحکمت تھا لیکن مالک بن عوف بھی ایک خودسر اور انا کا مارا ہوا تھا، اس نے یہ مشورہ مسترد کرتے ہوئے کہا: ''خدا کی قسم! میں تمہاری رائے قبول نہیں کروں گا، تم بوڑھے ہو چکے ہو اور تمہاری عقل جاتی رہی ہے، اے ہوازن کی جماعت! قسم بخدا! یا تو تم میرا کہا مانو گے یا میں اپنی تلوار کی نوک پر اپنا سینہ رکھ کر اس پر گر پڑوں گا، یہاں تک کہ وہ میری پیٹھ کے آر پار نکل جائے، بالآخر ہوازن اس کی بات ماننے پر مجبور ہو گئے، درحقیقت یہ شخص جو تقریباً تیس سال کی عمر میں قبیلے کا سردار اور سپہ سالار بن گیا تھا، ارادے کا پکا اور دلیر تھا لیکن اس کی رائے صائب نہیں تھی اور خوداعتمادی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ بے سوچے سمجھے خطروں میں کود جاتا تھا نیز وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اس جنگ میں درید کا نام یا مشورہ بھی شامل ہو، خودسری، انانیت اور نام ونمود کی خواہش وہ صفات ہیں جو انسان کو لے ڈوبتی ہیں، چنانچہ آغازِ جنگ میں اس کی اچھی منصوبہ بندی اور دلیری کا وقتی فائدہ اسے حاصل ہوا لیکن بعدازاں اس کی ناتجربہ کاری اور اعجاب بالنفس جیسے امراض اسے اور اس کے ساتھ اس کی قوم کو بھی لے ڈوبے۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تیاریوں کی اطلاع مل چکی تھی، آپ نے مفصل حالات معلوم کرنے اور دشمن کی نفری، اسلحہ وغیرہ کی ٹوہ لگانے کے لئے عبداللہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو جاسوس بنا کر بھیجا اور فرمایا کہ ان میں گھس کر قیام کریں اور ان کے حالات کا ٹھیک ٹھیک پتا لگا کر اطلاع کر دیں، انہوں نے اپنا فرضِ منصبی بخوبی پورا کیا اور آ کر اطلاع دی کہ دشمن وادی اوطاس میں اکٹھے ہو رہے ہیں، اوطاس حنین کے قریب بنو ہوازن کے علاقے کی ایک وادی تھی، لیکن یہ ان کے اجتماع کی جگہ تھی، معرکے کا میدان اس سے آگے حنین میں تھا، مالک کی دیرینہ عادت تھی کہ اپنے علاقے سے آگے آ کر وادی حنین کی تنگ جگہوں میں آ کر ڈیرا لگا لیتا تھا اور اس کے علاقے کا قصد کرنے والوں پر یہاں کے درّوں سے نکل کر حملہ آور ہوتا تھا، اس کی اس تدبیر سے اس پر حملہ کے لئے آنے والے بچ نہ سکتے تھے اور بےخبری میں اس جنگجوؤں کے تیروں کا شکار ہو جاتے تھے، اس کی یہ چال مسلمانوں پر بھی کامیاب ہو جاتی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بےمثال ثابت قدمی، بہادری اور ان کی اواز پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بےتابانہ پلٹ نے پہلی مرتبہ اس کی تدبیر کو ناکام بنا دیا، اگر لشکر اسلام کے جاسوس اس کی اس منصوبہ بندی کی خبر لے آتے تو مسلمانوں کو وہ نقصان نہ اٹھانا پڑتا جس کا سامنا انہیں شروع میں کرنا پڑا لیکن قدرت کو انہیں ایک خاص تنبیہ کرنا مقصود تھی، جس کا ذکر آگے آئے گا، لہذا قدرت کی طرف سے جاسوسوں پر یہ بات مخفی کر دی گئی اور وہ اس خفیہ منصوبہ بندی کی اطلاع نہ لا سکے۔

فتح ونصرت کا راز: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حملے کی پہل مسلمانوں کے ہاتھ میں رکھنے کے لئے خود چل کر حملہ کا ارادہ فرمایا اور لشکر کو تیاری کا حکم دے دیا گیا ٦ رشوال ٨ھ کی تاریخ اور اتوار کا دن تھا کہ آپ نے مکہ مکرمہ سے اس نئے میدان کی طرف کوچ کا حکم دیا، آپ کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر تھا، دس ہزار وہ تھے جو فتح مکہ کے لئے آپ کے ہمراہ تشریف لائے تھے اور دو ہزار نومسلم، لشکر اسلام کی تعداد اس سے قبل کبھی اتنی نہ تھی اس لئے جب یہ لشکر جرار حنین کی طرف بڑھا تو بعض شرکائے لشکر کی زبان سے یہ الفاظ نکلے: ''لن نغلب الیوم من قلة'' آج ہم کم از کم قلت تعداد کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے، یعنی اور کسی وجہ سے شکست ہو گئی تو وہ اللہ کی رضا ہوگی، مگر تعداد کی آج شکست کی وجہ نہیں بن سکتی، چونکہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے مجاہدین کو نصرت کا راز سمجھانا مقصود تھا اس لئے اس جملے پر تنبیہ کے لئے ابتدا جنگ میں دھچکے کا سامنا کرنا پڑا، آخرکار اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی اور یوں ان حضرات کی یہ لغزش بھی امت کے لئے ایک بہت بڑے فائدے اور قیمتی سبق کا ذریعہ بن گئی۔ ''فزاھم اللہ عن سائر الامة خیرا''

اسلامی لشکر ١٠ رکی رات ارشوال کو حنین پہنچا، سحر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کی ترتیب وتنظیم فرمائی اور پرچم باندھ کر امرا میں تقسیم کئے۔ **مقدمة الجیش** کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کر رہے تھے، ہر قبیلے کے آگے اس کا جھنڈا تھا، وہ جماعت جس میں مہاجرین وانصار تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھی، لشکر اسلام اوطاس کی وادی میں دشمن سے مڈبھیڑ کی توقع لئے علی الصبح روانہ ہوا، صبح کے جھٹپٹے کا وقت تھا کہ مسلمانوں نے وادیٔ حنین میں قدم رکھا، یہ وادی درمیان سے گہری اور ڈھلوان تھی، اس میں جب قافلے چلتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے نیچے گرتے چلے جا رہے ہیں، اس واسطے گھات لگانے کے لئے یہ موزوں ترین جگہ تھی، جو آج تک ہوازن کے لوگوں کے لئے فتح کا ذریعہ بنتی آئی تھی، مسلمانوں کی فوج کا اکثر حصہ جب وادی میں داخل ہو گیا تو اچانک ان پر دونوں طرف سے تیروں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی، فضا پر اندھیرا مسلط تھا، دشمن کی کمین گاہیں مخفی تھیں، یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ تیر کہاں سے آ رہے ہیں اس لئے ان کا جواب بھی نہ دیا جا سکا، جب جوابی حملہ نہ ہو سکا تو اب دفاع کے لئے وقتی طور پر پیچھے ہٹنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ **مقدمة الجیش** واپس پلٹا، اس کے سامنے آگے بڑھتا ہوا ''**قلب اور ساقہ**'' (فوج کا مرکزی اور پچھلا حصہ) تھا، راستہ تنگ تھا، صفیں بکھر گئیں، اونٹ ایک دوسرے پر چڑھ گئے، فوجیں ایک دوسرے پر آ گریں اور میدان جنگ میں شکست کا منظر آنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر شجاعت: ان نازک ترین لمحات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بےنظیر شجاعت کا ظہور ہوا، دشمن نے عام حملہ کرنے کیلئے اپنی کمین گاہوں کو چھوڑ دیا تھا، تیروں کے مہلک زخم لگنے کے بعد بیس ہزار تلواریں یک دم مسلمانوں پر ٹوٹ پڑی تھیں، آپ کے ساتھ سوائے چند مہاجرین کے (ابن اسحٰق کے مطابق نو یا دس اور علامہ نووی کے مطابق بارہ) کوئی نہ تھا، شدید افراتفری مچی ہوئی تھی لیکن آپ کا رخ کفار کی طرف تھا، آپ پیش قدمی کے لئے اپنے خچر کو ایڑ لگا رہے تھے اور فرما رہے تھے:

''انا النبی لا کذب'' ''انا ابن عبد المطلب''

میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

لیکن اس وقت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے آپ کے خچر کی لگام پکڑی ہوئی تھی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رکاب تھام لی تھی، دونوں حضرات خچر کو روک رہے تھے کہ کہیں تیزی سے آگے نہ بڑھ جائے، یہ وہ بےمثال شجاعت اور دلیری ہے جو وارثین انبیاء کے لئے قابل رشک نمونہ ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ... جن کی آواز خاصی بلند تھی ... حکم دیا کہ صحابہ کرام کو پکاریں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے بلند آواز سے پکارا: ''اے درخت والو! (بیعت رضوان والو!) کہاں ہو؟ خدا کی قسم! لوگ میری آواز سن کر اس طرح مڑے جیسے گائے اپنے بچے پر مڑتی ہے اور جواباً کہا: ''ہاں ہاں! آیئے آیئے!'' حالت یہ بھی کہ آدمی اپنے اونٹ کو موڑنے کی کوشش کرتا اور نہ موڑ پاتا تو اپنی زرہ اس کی گردن میں ڈال پھینکتا اور اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال کر اونٹ سے کود جاتا اور اونٹ کو چھوڑ کر آواز کی جانب دوڑتا، یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا تاکہ جلدی سے آواز پر پہنچ سکیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ بےتابانہ انداز رہتی دنیا تک تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہو گیا، جو اہل ایمان کے دلوں کو گرماتا اور مجاہدین کے حوصلہ کو تازہ دیتا رہے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اب سو کے قریب آدمی پہنچ چکے تھے اور وہ بےاختیار لبیک لبیک کی صدا بلند کر رہے تھے۔

انہوں نے دشمن کا استقبال کیا اور لڑائی شروع کر دی، اب دن چڑھ آیا تھا، مشرکین اپنی کمین گاہوں سے باہر نکل چکے تھے، مسلمانوں کو صرف ثابت قدمی کی ضرورت تھی تاکہ مشرکین کو نقصان پہنچے، ان کی ہمت ساتھ چھوڑ دے، دل بیٹھ جائے اور میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں، مسلمانوں نے یہ کام پوری عمدگی سے کیا اور مشرکین کا ہجوم چھٹنا شروع ہو گیا، ساتھ ہی مسلمان دستے ایک کے پیچھے ایک تیز رفتاری سے آتے چلے گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔

صفوں میں دراڑیں: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی طرح اپنی جگہ نہ جمتے اور ان کے ساتھ یہ تھوڑی سی جماعت ثابت قدمی نہ دکھائی تو مسلمانوں کا بہت بڑا نقصان ہوتا، لیکن ان کی ثابت قدمی اور پھر جوابی حملے نے مشرکین کی صفوں میں دراڑیں ڈالنا شروع کر دیں، ان کے حملوں میں ابتدائی شکست کے انتقام کے غیظ وغضب کا عنصر بھی شامل تھا، جب ہوازن اور ثقیف نے دیکھا کہ وہ مسلمانوں کے حملے کو نہ روک سکیں گے اور مقابلہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تو آہستہ آہستہ میدان جنگ سے کھسکنے لگے، ایک مرتبہ نقصان اٹھانے کے باوجود مسلمانوں کی پامردی دیکھ کر ان کا حوصلہ جاتا رہا، باوجود کثرت اور شوکت کے ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ اپنے پیچھے اپنی عورتوں، بچوں اور مال مویشی کو مسلمانوں کے لئے مال غنیمت بنا کر پسپا ہونے لگے اور چونکہ ان کے لشکر میں ''ساقہ'' (عقبی حصہ) نہیں تھا جو پسپائی کے وقت ان کی حفاظت کرتا، نہ ان کے پاس مسلمانوں کی قیادت جیسی حوصلہ منداور مدبر قیادت اور نہ صحابہ کرام جیسا جان فدا کرنے والا لشکر تھا، لہذا ان کی پسپائی شکست فاش بن گئی، مسلمان ان کا تعاقب کرنے لگے اور یہ تعاقب دشمن کے اصلی مستقر ''اوطاس'' تک جاری رہا، اس مقام پر جا کر دشمن کا بےاندازہ جانی نقصان ہوا جو بچ گئے، انہوں نے ہتھیار ڈال دئے اور گرفتار ہو گئے۔

شکست خوردگان کے تین گروہ: شکست کھانے کے بعد دشمن کے تین گروہ ہو گئے، ایک گروہ نے طائف کا رخ کیا، ایک نخلہ کی طرف بھاگا اور ایک نے اوطاس کی راہ لی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں سمتوں میں تعاقب کرنے والوں کی جماعتیں روانہ کیں، اوطاس کی طرف بھاگنے والوں کا حال تو اوپر بیان ہو گیا، مسلمان شہسواروں کی دوسری جماعت نخلہ کی طرف پسپا ہونے والے مشرکین کے تعاقب میں بھیجی گئی، اس نے درید بن صمہ کو جا پکڑا، جیسے ربیعہ بن رفیع رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا، (بوڑھا جب امور جنگ کی نگرانی اور مشورہ دینے کا اہل ہو تو اسے قتل کرنا جائز ہے) شکست خوردہ مشرکین کا تیسرا اور سب سے بڑا گروہ طائف کی طرف فرار ہوا تھا، اس کے تعاقب میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور یوں غزوۂ حنین کے متصل بعد غزوۂ طائف پیش آیا، جو فتح مکہ اور حنین کے بعد اس سفر کا تیسرا غزوہ تھا۔

اعــــلان مفقــود الخبــــری

معاملہ نمبر۱۹/۱۸۲/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ ڈومری ضلع شیوہر)

مہرناز بیگم بنت محمد مرتضٰی رحمانی مقام وپوسٹ ڈومری کٹسری ضلع شیوہر۔فریق اول

بنام

محمد عالمگیر عرف محمد گلاب ولد محمد عزیر مقام فاطمہ چک پوسٹ پیرڈاھی ضلع شیوہر۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ ڈومری ضلع شیوہر میں عرصہ ۵/سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعوٰی دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۷/صفر ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۴/ستمبر ۲۰۲۲ء روز سنیچر بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر۱۷۴/۵۱۳۷/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ انجمن اسلامیہ کشن گنج)

شبینہ پروین بنت محمد عارف مقام حسن ڈومریا، ڈاکخانہ شاہ نگرا ضلع کشن گنج۔فریق اول

بنام

محمد ذیشان حبیبی ولد شمیم اختر مقام کوسکی پور، ڈاکخانہ بیرگاچھی ضلع ارریہ ۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ انجمن اسلامیہ کشن گنج میں عرصہ ۳،۴ سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعوٰی دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۷/صفر ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۴/ستمبر ۲۰۲۲ء روز سنیچر بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر۳۵/۱۳۹۲/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گاندھی نگر کٹیہار)

شمع نور خاتون بنت محمد ادریس مقام باون گنج ڈاکخانہ بنجی ضلع کٹیہار۔فریق اول

بنام

سرفراز نداف ولد محمد جہانگیر مقام مسلم ٹولہ بنی ڈاکخانہ بابو باغیچہ ضلع کھگڑیا۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ گاندھی نگر کٹیہار میں عرصہ ایک سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعوٰی دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۳/صفر ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۰/ستمبر ۲۰۲۲ء روز سنیچر بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر۲۷/۵۱۷/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گرگاواں گڈا)

گلنہار خاتون بنت محمد مستر انصاری مقام وپوسٹ جمنی پہاڑپور ضلع گڈا۔فریق اول

بنام

محمد نوشاد انصاری ولد عبدالخلیل انصاری عیدگاہ ٹولہ ڈاکخانہ وتھانہ اسلام پور ضلع دربھنگہ۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ گرگاواں ضلع گڈا میں عرصہ ۵/سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعوٰی دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۲/صفر ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۹/ستمبر ۲۰۲۲ء روز سوموار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر۶۹/۱۱۲۹۱/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ سوپول)

خیرل منا بنت غلام رسول مقام برداہا ڈاکخانہ بورام ضلع دربھنگہ۔فریق اول

بنام

محمد محبوب عالم ولد محمد توحید مقام وڈاکخانہ نامعلوم ضلع دربھنگہ۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ سوپول میں عرصہ ۳/سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعوٰی دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۴/صفر ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۱/ستمبر ۲۰۲۲ء روز بدھ بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر۲۶/۲۵۱۶/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ جمشید پور)

اشرف النساء بنت رحمٰن علی مقام تین پلیٹ کواٹر نمبر۴۵، نیم روڈ ڈاکخانہ گولموری ضلع جمشید پور۔فریق اول

بنام

عشو علی ولد محمد علی مرحوم مقام ۲۵،۱۵/۱۶، ڈاکخانہ کوساسا گرچوک بنک کالونی تھانہ کھوردہ ضلع بھونیشور (اڈیشہ۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ جمشید پور میں عرصہ ۱۱/سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعوٰی دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۵/صفر ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۲/ستمبر ۲۰۲۲ء روز جمعرات بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر۵۱/۵۷۴/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ بارا عیدگاہ پورنیہ)

بی بی سونی بنت محمد حابل مقام منوارے ڈاکخانہ ادھانگ ضلع پورنیہ۔فریق اول

بنام

محمد شہنواز ولد محمد یوسف مقام اسیانی ڈاکخانہ ترونا ضلع پورنیہ۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ بارا عیدگاہ پورنیہ میں غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعوٰی دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۳/صفر ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۰/ستمبر ۲۰۲۲ء روز منگل بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔قاضی شریعت۔

بقیہ : مغرب کا خاندانی نظام۔.........

عربی شاعر ابوفراس حمدانی کا یہ شعر موجودہ ناگفتہ بہ اور تکلیف دہ حالات کی بالکل صحیح عکاسی کرتا ہے۔

بمن یثق الانسان فیما ینوبہ ومن این للحر الکریم صحاب
و قد صار ھذا الناس الا اقلھم ذئابا علی اجسادھن ثیاب

انسان مصائب ومشکلات میں کس پر اعتماد اور بھروسہ کرے، اور شریف و باوقار شخص کو اچھے دوست کہاں سے ملیں۔اب حالت یہ ہوگی ہے کہ لوگ انسانی لباس میں بھیڑیے بن گئے ہیں (مستفاد از تعمیر حیات شمارہ 25 ستمبر 2018ء)

اس مضمون کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اہل یورپ میں کمیاں اور خامیاں ہی خامیاں ہیں، بلکہ یہ بتانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ مغربی ممالک کا نظام معاشرت شاخ نازک پر قائم ہے، جہاں اخلاقیات اور انسانیت سے زیادہ ذاتی مفاد کو ترجیح حاصل ہے، یہ الگ بات ہے کہ ظاہری دنیا میں ڈسپلن، نظم ونسق، حکومتی قوانین کی پابندی و پاسداری میں آج یہ ممالک ہم سے بہت آگے ہیں اور اس میں ہم ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

اذان سے کسی کے بنیادی حقوق پامال نہیں ہوتے: کرناٹک ہائی کورٹ

کرناٹک ہائی کورٹ نے ایک عرضی پر سماعت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اذان دینے سے دوسرے مذاہب کے لوگوں کے بنیادحقوق پامال نہیں ہوتے۔ عدالت نے مساجد کولاؤڈ اسپیکر پراذان دینے سے روکنے کا حکم صادر کرنے سے انکار کر دیا۔ تاہم عدالت عالیہ نے متعلقہ افسران کولاؤڈ اسپیکر سے متعلق صوتی آلودگی کے اصولوں کو نافذ کرنے اوران کی عمل آوری کی رپورٹ داخل کرنے کی ہدایت دی ہے۔ قائم مقام چیف جسٹس آلوک ارادھے کی قیادت والی بنچ نے بنگلورو کے رہائشی منجوناتھ ایس ہلاور کی ایک مفاد عامہ کی عرضی پر سماعت کرتے ہوئے یہ فیصلہ سنایا۔ کرناٹک ہائی کورٹ میں دائر کی گئی عرضی میں کہا گیا تھا کہ اذان دینا مسلمانوں کی ایک ضرورت ہے، تاہم اذان کی آواز سے دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو پریشانی ہوتی ہے۔ عدالت نے اپنے فیصلہ میں کہا ''ہندوستان کے آئین کی دفعہ 25 اور 26 رواداری کے نظریہ کی علامت ہیں، جوتہذیب کی خصوصیت ہے۔ آئین کی دفعہ 25 (1) لوگوں کوآزادانہ طور پراپنے مذہب پر عمل کرنے اوران کی تبلیغ کرنے کا بنیادحق فراہم کرتی ہے۔

بلقیس بانو کیس: فیصلہ کوچیلنج کرنے والی عرضی پر سپریم کورٹ سماعت کے لئے تیار

ریاست گجرات میں ہوئے فرقہ وارانہ فسادات کے دوران بلقیس بانو کے ساتھ اجتماعی عصمت دری اوراس کے خاندان کے افراد کوقتل کرنے والے 11 مجرموں کو معاف کرنے کے گجرات حکومت کے فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کرتے ہوئے ایک عرضی دائر کی گئی جسے سپریم کورٹ نے منظور کرلیا ہے چیف جسٹس آف انڈیا (سی جے آئی) این وی رمنا، جسٹس ہیما کوہلی اور سی ٹی روی کمار کی بنچ کے سامنے سینئر ایڈوکیٹ کپل سبل اورایڈوکیٹ اپرنا بھٹ نے کیس کی سماعت کرنے کی درخواست کی تھی۔ وکلاء نے اس بات پر زور دیا کہ ایک حاملہ خاتون کے ساتھ اجتماعی طور زیادتی کی گئی اور لوگوں کوقتل کیا گیا، لہٰذا وہ گجرات حکومت کے معافی کے حکم کوچیلنج کررہے ہیں۔ بنچ نے وکیل سے استفسار کیا کہ کیا مجرموں کوسپریم کورٹ کے احکامات کے پیش نظر معافی دی گئی ہے؟ جس کے جواب میں سبل نے کہا کہ عدالت عظمیٰ نے صرف ریاستی حکومت کواس معاملے پرغور کرنے کی ہدایت دی ہے، اور پی آئی ایل میں عرضی گزار ریاستی حکومت کے معافی کے فیصلہ کوچیلنج کررہے ہیں نہ کہ سپریم کورٹ کے حکم کو۔

الٰہ آباد ہائی کورٹ نے یوپی حکومت کولگائی پھٹکار

یوپی پولیس پرایک بار پھر سے انگلی اٹھ رہی ہے۔ الٰہ آباد ہائی کورٹ نے خواتین کے خلاف جرائم سے متعلق معاملے درج کرنے میں پولیس کی تاخیر پر سوال اٹھایا ہے۔ ایک مفاد عامہ کی عرضی پر سماعت کے دوران عدالت نے سختی دکھاتے ہوئے ریاستی حکومت سے تاخیر کے سلسلے میں وضاحت طلب کی ہے۔ غورطلب ہے کہ تین نابالغ پوتے پوتیوں کی دادی نے ایک مفاد عامہ عرضی داخل کی تھی، جس پر چیف جسٹس راجیش بندل اور جسٹس جے منیر نے سماعت کی۔ عدالت نے ریاستی حکومت سے کہا کہ کبھی کبھی کیس درج کرنے میں چھ ماہ سے زیادہ کا وقت لگ جاتا ہے۔ عدالت نے پوچھا کہ ریاست میں ایسی حالت کیوں پیدا کی جارہی ہے۔ عرضی دہندہ بزرگ خاتون نے 14 مارچ کو مکیش نام کے شخص پر نابالغ پوتی کے ساتھ عصمت دری کرنے کا الزام لگایا تھا۔ بزرگ خاتون نے غازی آباد تھانے میں ایف آئی آردرج کرانے کی کوشش کی تھی، لیکن پولیس نے ایف آئی آردرج نہیں کی۔ اس کے بعد 6 اپریل کوقومی حقوق انسانی کمیشن اورچیف جسٹس کی مداخلت کے بعدایف آئی آردرج کی گئی تھی۔

نتیش کمار نے کم بارش کی وجہ سے پیدا ہونے والی صورتحال کا جائزہ لیا

وزیراعلی نے نالندہ ضلع کے نگرنوسہ، چنڈی، مادھوپور، بند بلاک میں دھان کی روپائی کے ایریا کا بذریعہ سڑک جائزہ لیا۔ شیخ پورہ میں بھی وزیراعلیٰ نے دھان روپائی کے کوریج کا جائزہ لیا۔ وزیراعلیٰ نے جموئی ضلع کے سکندرا، علی نگر کے علاقے میں دھان کی روپائی کا جائزہ لیا۔ جائزہ کے بعد وزیراعلیٰ نے افسران کو ہدایت دی کہ کسانوں کے لیے آبپاشی کے کام کے لیے انتظامات کرائیں تاکہ انھیں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے اوران کی فصل اچھی ہو۔ انہوں نے کہا کہ کم بارش کے باعث پیدا ہونے والی صورتحال پر گہری نظر رکھیں اور کسانوں کوامداد فراہم کرنے کے لیے مکمل تیاریاں کریں، ممکنہ خشک سالی کی صورت میں کسانوں کو ہرممکن مدد فراہم کرنے کا منصوبہ بنائیں۔ انہوں نے کہا کہ ڈیزل گرانٹ اسکیم کے تحت کسانوں کوڈیزل سبسڈی کا فائدہ جلد ملنا چاہئے تاکہ انہیں راحت مل سکے۔ کسانوں کو 16 گھنٹے بلاتعطل بجلی فراہم کی جائے۔ بجلی کی دستیابی سے کسانوں کے لیے آبپاشی کے کام میں آسانی ہوگی اور جس علاقے میں دھان لگایا گیا ہے وہ بچ جائے گا۔ متبادل فصل اسکیم کے تحت دلچسپی رکھنے والے کسانوں کوجلدازجلد بیج دستیاب کرائیں تاکہ کسانوں کوکھیتی کے کاموں میں راحت مل سکے۔ سڑک کے ذریعے جائزہ لینے کے دوران وزیراعلی کے پرنسپل سکریٹری ڈاکٹر ایس سدھارتھ، محکمہ زراعت کے سکریٹری این سرون کمار، آفات وآبی وسائل محکمے کے سکریٹری سنجے کمار اگروال، وزیراعلی کے اوایس ڈی گوپال سنگھ، متعلقہ اضلاع کے ڈی ایم، ایس ایس پی اور دیگراعلیٰ افسران موجود تھے۔

اپنے حالیہ فیصلوں پر نظرثانی کریں: دنیا بھر کے دانشوروں کی سپریم کورٹ سے اپیل

دنیا بھر کے سرکردہ دانشوروں نے اپنے ایک بیان کہا ہے کہ وہ سپریم کورٹ کے بعض حالیہ فیصلوں سے سخت مایوس ہیں، ان فیصلوں کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ ان کا ہندوستان میں شہری آزادی اورانسانی حقوق کے مستقبل سے براہ راست تعلق ہے۔ اس بیان پر دستخط کرنے والوں نے 2002 کے گجرات فسادات کیس میں اس وقت کے وزیراعلیٰ نریندرمودی سمیت 64 لوگوں کوخصوصی تفتیشی ٹیم کی طرف سے دی گئی کلین چٹ کوچیلنج کرنے والی کانگریس کے مرحوم رکن پارلیامنٹ احسان جعفری کی اہلیہ ذکیہ جعفری کی عرضی پر سپریم کورٹ کے فیصلے اوراس کے تبصروں کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے۔ بیان پر دستخط کرنے والوں میں برطانیہ کے ہاؤس آف لارڈز کے رکن بھیکھو پاریکھ، میساچوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنالوجی اورامریکا کی ایریزونا یونیورسٹی کے پروفیسرنوم چومسکی، جرمنی کے میکس پلینک انسٹی ٹیوٹ میں پروفیسرارجن اپادورائی جیسے 11 سرکردہ لوگوں کے نام شامل ہیں۔

ہم نے توکوئی لک آوٹ نوٹس جاری نہیں کیا: سی بی آئی کی وضاحت

دہلی کی نئی ایکسائز پالیسی معاملے نائب وزیراعلی منیش سسودیا سمیت 15 ملزمان کے خلاف لک آؤٹ نوٹس کی اطلاع کے بعد دہلی کی سیاست گرم ہوگئی۔ حالانکہ چند گھنٹوں بعد، اس معاملے میں، سی بی آئی نے اس بات سے انکار کیا کہ اس نے کوئی لک آؤٹ نوٹس جاری کیا ہے۔ وہیں اس معاملے میں حقیقت جانے بغیر بی جے پی اور عام آدمی پارٹی کے لیڈروں نے بیان بازی شروع کردی۔ یہ لوگ ملک نہیں چھوڑ سکتے۔ سی بی آئی نے ان سبھی پر دہلی کی شراب پالیسی میں بدعنوانی کا الزام لگایا ہے۔ اس سے قبل دہلی کے نائب وزیراعلی منیش سسودیا نے کہا کہ مرکزی تفتیشی بیورو (سی بی آئی) نے دہلی ایکسائز پالیسی نافذ کرنے میں مبینہ بے ضابطگیوں کی جانچ میں ناکامی پران کے خلاف لک آؤٹ نوٹس جاری کیا ہے۔

سوشل میڈیا پر مذہبی منافرت پھیلانے والوں پر کارروائی ہوگی: ممبئی پولیس کمشنر

سوشل میڈیا پرزہرافشانی اورنوپور شرما کی توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مذہبی منافرت پھیلانے والوں پر سخت کارروائی کا انتباہ ممبئی کے پولیس کمشنر وویک پھنسلکر نے دیا ہے اور کہا ہے کہ سوشل میڈیا پر ماحول خراب کرنے اورفرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کرنے والوں پرسخت کارروائی ہوگی کیونکہ اس سے ملک میں بدامنی پیدا ہوتی ہے۔ ممبئی میں سائبرسیل اور پولیس محکمہ اپنے طور پرایسے شرپسند عناصر پر نظر رکھ رہی ہے جو ماحول خراب کرنے کیلئے سوشل میڈیا کا استعمال کرتے ہیں اگرکوئی سوشل میڈیا پر کسی مذہب سے متعلق غلط بیانی اورگمراہ کن بیانات جاری کرتا ہے تو اس پر بھی کارروائی ہوگی یہ باتیں ممبئی پولیس کمشنر وویک پھنسلکر نے ایک پورٹل ویب سائٹ جہاں کا انصاف سے بات چیت کے دوران کہی۔

طب وصحت

کھانوں میں مصالحہ جات کی اہمیت

کھانوں کولذیذ بنانے کے لئے مصالحہ جات کی اہمیت سے انکارنہیں کیا جاسکتا اسی لئے دنیا میں 100 سے زائدقسم کے مصالحوں کی کاشت کی جاتی ہے جن میں سے عموماً ہمارے باورچی خانے میں 30 سے زائد مصالحے موجود ہوتے ہیں جو ہمارے کھانوں کوذائقے بخشتے ہیں۔ لیکن! ہم میں سے شاید بہت ہی کم لوگوں نے ان مصالحوں کواصلی حالت) یعنی مارکیٹ میں ملنے سے بل (میں دیکھا ہو۔ آج ہم آپ کوروزاستعمال کیے جانے والے ان مصالحوں کے بارے میں بتائیں گے جو کہ مارکیٹ میں فروخت کیے جانے سے قبل اصل حالت میں کس طرح کے پائے جاتے ہیں۔

بڑی الائچی:

بڑی الائچی کا شمار مہنگے مصالحہ جات میں کیا جاتا ہے جسے مصالحوں کی ملکہ بھی کہا جاتا ہے، بڑی الائچی جب درختوں پرلگی ہوتی ہے تو اس کی ایک مخصوص اور کافی تیز خوشبو ہوتی ہے جسے بعدازاں کاشت کر کے بڑے پیمانے پر خشک کرکے مارکیٹ میں فروخت کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔

جائفل:

جائفل کے خاص ذائقے سے تو ہم سب واقف ہی ہیں لیکن جائفل مارکیٹ میں فروخت کرنے سے قبل ایک آڑونما شکل میں درخت پرلگا ہوتا ہے۔ جب یہ پھل سورج کی روشنی میں اچھی طرح خشک ہوجاتا ہے تو یہ پھٹ جاتا ہے اور اس کے اندر سے ایک ٹھوس چیز نکلتی ہے جو کہ جائفل ہوتی ہے، اوراس طرح اسے جمع کرلیا جاتا ہے۔

کالی مرچ:

کالی مرچ ایک لمبے درخت پرنمی اور معتدل گرمی میں اُگتی ہے، یہ کالی مرچ سفید پھول سے ایک گچھے نما انداز میں اُگتی ہے جس کا رنگ ہرا ہوتا ہے۔

زیرہ:

زیرہ ایک خاص قسم کے جامی رنگ کے پھول میں سے حاصل کیا جاتا ہے جسے جمع کر کے خشک اوراندھیرے والی جگہ پررکھ کے کچھ وقت چھوڑ دیا جاتا ہے۔

بادیان پھول:

بادیان پھول اپنی منفرد خوشبو کی وجہ سے کھانے کا ذائقہ بڑھانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ بادیان پھول کا بیج ہرے رنگ کا ہوتا ہے جو کہ پکنے کے بعد بادیان پھول کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

لونگ:

لونگ دراصل ایک پودے کے پھول کی کلیوں کوسُکھا کر حاصل کی جاتی ہے جس کی ایک خاص خوشبو ہوتی ہے۔ ان پودوں کی کلیوں کو کھلنے سے پہلے ہی کاشت کیا جاتا ہے پھران سے لونگ حاصل کی جاتی ہے۔

تِل:

تِل کا استعمال ہم میٹھے سمیت مختلف کھانے کی چیزوں میں کرتے ہیں، یہ سفید تل مارکیٹ میں ملنے سے قبل پھلیوں کی شکل میں درختوں میں اُگتا ہے۔ یہ ایک پھلی 3 سے 5 سینٹی میٹر کی ہوتی ہے جس کے اندرتل جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔

Volume:62/72,Issue:32 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

آج ہم دار پر کھینچے گئے جن باتوں پر
کیا عجب کل وہ زمانے کو نصابوں میں ملیں (احمد فراز)

مغرب کا خاندانی نظام۔شاخ نازک پر بنا آشیانہ

مولانا محمد قمرالزماں ندوی

اس وقت مغرب اور یورپ کا خاندانی نظام طاش کے پتے کی طرح بکھر چکا ہے۔جس شاخ نازک پراس نے آشیانہ بنایا تھا، وہ ناپائیدار ثابت ہورہا ہےاوراس کی تہذیب اپنے ہی خنجر سے خودکشی کرنے کے لئے تیار ہے۔علامہ اقبال علیہ الرحمہ آج سے سوسال پہلے مغربی تہذیب کی تباہی اوراس کے خاندانی نظام کے بکھراؤ اورانتشار کی پیشین گوئی کر چکے تھے۔انہوں نے اپنے ایک شعر میں کہا تھا:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا وہ ناپائدار ہوگا

مغرب میں خاندانی نظام اور خاندانی زندگی کی تباہی کا اندازہ ان واقعات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پیرس میں ایک شخص کسی دوسرے شخص سے ملنے اس کے گھر گیا،اس نے دیکھا کہ مکان کی سیڑھیوں پرایک نوجوان لڑکی بیٹھی زاروقطار رورہی ہے،اس شخص نے لڑکی سے پوچھا تم کیوں رورہی ہو؟ رونے کی وجہ کیا ہے؟ تو اس لڑکی نے جواب دیا جس شخص سے آپ مل رہے ہیں، وہ میرا باپ ہے، میں اس کے پاس مکان کا ایک کمرہ کرایہ پر لینے آئی تھی ،لیکن اس نے یہ کہہ کر کمرہ کرائے پر دینے سے انکار کردیا کہ ایک دوسری جگہ سے اس سے زیادہ کرایہ مل رہا ہے، اس لئے وہ مجھے کمرہ نہیں دیں گے۔لڑکی نے ہچکیاں لیتے ہوئے انتہائی بےبسی اور کس مپرسی کے عالم میں کہا اب میں کیا کروں اور کہاں جاؤں؟ جب باپ نے ہی مجھے دھتکار دیا اور اپنا کمرہ کرایہ پر دینے سے یہ کہہ کرانکار کردیا کہ دوسرا اس زیادہ کرایہ دے رہا ہے یا کرایہ دینے پر تیار ہے۔

پولینڈ کا ایک بوڑھا اپنی بیٹی کے گھر آیا اور وہاں ٹھہرنے اور رکنے کی خواہش اور تمنا ظاہر کی ،مگر بیٹی نے انکار کردیا اور بوڑھے کے اصرار پراسے ڈنڈے مار مار کر گھر سے باہر نکالا ،لوگ شوروغوغا اور ہنگامہ سن کر اکٹھا ہوگئیا وراس کی وجہ جاننا چاہا تو اس شخص کی بیٹی نے بتایا کہ کچھ عرصہ پہلے مجھے رقم کی ضرورت پڑی ،تو میرے باپ نے باقاعدہ شرح سود طے کرکے مجھے رقم دی اور اصل مال وزر کے ساتھ سود بھی وصول کیا۔ پھر میں اسے اپنے گھر کیوں ٹھہرائی ؟ (مستفاد رواداری اور مغرب: از محمد صدیق شاہ بحوالہ کتابوں کی درس گاہ میں)

مغرب کا خاندانی نظام آج اتنا بکھر چکا ہے اوراس قدر متعفن اور بدبودار ہوچکا ہے کہ ایک شریف انسان صرف اسے سن کر اس سے گھن کرنے لگے گا۔لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد ہے جو شادی سے پہلے ماں بن جاتی ہے، یا ماں بننے کے ڈر سے اپنے حمل کا صفایا کرالیتی ہے۔ایک بڑی تعداد بچے اور بچیوں کی وہ ہے جس کے باپ ہی نہیں ہیں، پھر وہ بے باپ کی بچیاں اور بچے جب اسکول ایڈمیشن کے لئے جاتے ہیں،تو فارم پر باپ کا خانہ خالی رہتا ہے اور سر پرست کے نام پر صرف ماں کے نام کا اندراج ہوتا ہے، ماں اپنی اولاد کو دودھ پلانے کے لئے تیار نہیں، ڈبے کے دودھ پر خادماؤں کے سہارے بچے پلتے اور بڑھتے ہیں، دنیا کمانے کی حرص مرد اور عورت دونوں میں اتنی ہے کہ کافی دیر رات والدین (میاں بیوی) کی گھر واپسی ہوتی ہے،تب تک بچے کو خادمہ کھلا پلا کر سلا چکی ہوتی ہے۔اور صبح دیر تک یہ سوتے رہتے ہیں، تب تک تیار ہوکر بچے اسکول جاچکے ہوتے ہیں۔ ہفتہ میں ایک دن سنڈے یعنی اتوار کو ملاقات ہوتی ہے۔

ماں باپ کا مقدس رشتہ بھی بالکل تباہی اور بربادی کے کنارے پر ہے، ماں کی ممتا اور باپ کی شفقت سے محروم یہی بچے جب جوان ہورہے ہیں، تو یہ بچے بھی آگے چل کر والدین کی خدمت کو بوجھ سمجھتے ہیں اور والدین کو بوڑھا ہونے پر اولڈ ہوسٹیج میں داخل کر دیتے ہیں اور ماہانہ اس کی فیس ادا کرتے ہیں اور کبھی کبھی ہی ملنے جاتے ہیں۔اور اگر پریوار غریب ونادار ہوتا ہے،تو مختلف تنظیمیں اور فلاحی کمیٹیاں، رفاہی سوسائٹیاں ان کے اخراجات برداشت کرتی ہیں۔

اب مغرب کی اس لعنت کو جس کو اہل مغربی ماڈرن تہذیب ومعاشرت اور کلچر کا نام دیتے ہیں، مشرقی لوگ بھی دھرے دھیرے اختیار کرنے لگے ہیں، اور اپنی تباہی کے سامان خود فراہم کرنے لگے ہیں، اب مشرقی لوگ بھی اس لعنت اور بدتمیزی میں کسی طرح پیچھے نہیں ہیں، درجنوں لوگوں کو تو میں جانتا ہوں جن میں سے اکثر کا تعلق مسلمان فیملی سے ہے، باپ بیٹے کا باہم ایک دوسرے پر مقدمہ ہے، بھائی بھائی سے مقدمہ لڑ رہا ہے، ماں نے بیٹی کے خلاف عدالت میں عرضی دائر کر رکھی ہے،اور بیٹی نے ماں کو ملزمہ اور مجرمہ ثابت کرنے کے لیے عدالت کا سہارا لیا ہے۔لاکھوں روپے پانی کی طرح برباد ہورہے ہیں۔

مغرب (اہل یورپ وامریکہ) نے علم وتحقیق اور سائنس وٹکنالوجی کے میدان میں حیرت انگیز ترقی کی ہے، آسمان پر کمندیں ڈال لیا، سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا، چاند کو مسخر کیا، فاصلہ اور دوری کو سمیٹ دیا، اور پوری دنیا کو ایک گاوں اور بستی میں کرلیا، اس سے کسی کو انکار نہیں سب کو اس کا اعتراف ہے، اور اس میدان میں لوگ اس پر تکیہ کئے ہوئے ہیں بلکہ اس کے محتاج دست نگر اور مقلد ومتبع ہیں۔لیکن یورپ نے زندگی کی شب تاریک کو سحر کیا ہو، اپنے لئے فیصلہ نفع وضرر کرسکا ہو، ایک انسان کی طرح زندگی گزارنا جان سکا ہو، رحم وکرم سچائی ووفاداری اور انسانیت نوازی جیسی انسانی صفات سے اپنے کو آراستہ کرسکا ہو، اپنے اندر سے سخت مزاجی، نسلی امتیاز وتفریق، موقع پرستی اور ذاتی مفاد کے خول سے نکال سکا ہو، دنیا اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوگی۔ چاہیے مغربی تہذیب وتمدن اور اس کی ثقافت وکلچر سے مرعوب ومبہوت زدہ شخص اس کی لاکھ وکالت کرے اور اندھیرے کو روشنی بتانے کی لاکھ کوشش کرے۔

دنیا کی حیرت انگیز ترقی سائنس اور ٹیکنالوجی کی غیر معمولی عروج وبلندی اور علمی میدان کی بے پناہ ترقی، روحانی بیماریوں اور اخلاقی زوال کو چھپانے اور اس پر پردہ ڈالنے کے لئے کافی نہیں ہے؟ مغربی ممالک اپنی تمام تر علمی وتحقیقی اور سائنسی فوقیت و برتری کے باوجود اخلاقی اور روحانی اعتبار سے سب سے زیادہ زوال پذیر ہے۔

ان کے یہاں موقع پرستی اور ذاتی مفاد کی رعایت سب سے زیادہ غالب ہے، یہ معیوب صفت اور عادت ان کے ذہن ومزاج ذوق ووجدان قلب وجگر میں پیوست ہے۔مغربی ممالک کا شعار ہی یہ ہے کہ معاملات ومعاشرت میں ذاتی مفاد کو ترجیح دی جائے اور اسے اولین درجہ دیا جائے اور اخلاق وکردار اور اقدار وروایات کی کوئی بندش نہ ہو اور انکی یہ قدریں مفاد کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہیں، اسی لئے ان کی دوستی اور دشمنی وفاداری اور بے وفائی دائمی نہیں ہوتی ، وہ ہمیشہ اپنوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور آستین کے سانپ کا کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی نہیں یورپ اور امریکہ اخلاقی زوال کی اس پستی اور انتہا کو پہنچ گئے ہیں، جہاں انسانیت خود اپنے اوپر شرم سار ہے، جہاں اپنوں سے افسوس ناک بے تعلقی عروج پر جاچکی ہے اور جہاں اخلاق وانسانیت اپنی آخری حد پر پہنچ کر دم توڑ رہی ہے۔مرشد الامہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کی شہادت کو دل کی نگاہ سے پڑھیے۔اپنی مشہور ومعروف کتاب (دو مہینے امریکہ میں) میں لکھتے ہیں، ”بوڑھوں کی دلبستگی کے لئے اگر بیوی کے لئے شوہر اور شوہر کے لئے بیوی نہیں ہے تو کوئی دل بستگی کرنے والا نہیں۔بہت کسی نے کیا تو اتوار کے روز چند منٹ آ کر مل گیا اور اپنے ساتھ کچھ پھول یا گلدستے سے اظہار تعلق کے لئے ہدیہ لیتا آیا۔ایک بوڑھے باپ کے متعلق لوگوں نے بتایا کہ اپنے بیٹے سے ملنے کے جذبہ نے زور کیا تو وہ ہوائی سفر کرکے اپنے بیٹے کے شہر میں پہنچا اور اس کے مکان پر آیا۔ بیٹا اخلاق سے ملا، لیکن واپسی پر باپ کو ایرپورٹ تک پہچانے بھی نہیں گیا، جبکہ اس کے پاس کار تھی اور باپ کو ایرپورٹ جانے کے لئے اس کی ہمدردی کی ضرورت تھی۔ایک بیمار ماں کا حال لوگوں نے بتایا کہ وہ علاج کے لئے اسپتال میں داخل تھی، بیٹا ہر اتوار اس کی عیادت کو جاتا تھا، جب وہ صحت مند ہوکر اسپتال چھوڑنے کے قریب ہوئی تو اس کو مسرت تھی کہ اب مکان واپس جانا ہے، بیٹوں پوتوں کو دیکھنا ہے۔اس دوران اس کا بیٹا حسب معمول اتوار کے روز آیا اس کو ڈاکٹر کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ ماں اب اسپتال سے واپس جانے کے لائق صحت کے قریب ہے۔اس خبر سے اس پر ایسا اثر پڑا کہ چہرے اور زبان سے ظاہر ہوگیا۔اس کی خبر ماں کو ہوئی تو اس پر ایسا ردعمل ہوا کہ اس کی بیماری پلٹ گئی۔اور اس کے صحت مند ہونے کی توقعات پیدا ہوجانے کے بعد ختم ہوگئیں۔ (دو مہینے امریکہ میں)

مغرب نے کمال مہارت سے آج پوری دنیا کو اپنے دام فریب میں کرلیا اور اپنے اثرات ورسوخ کو اتنا گہرا اور پیوست کردیا ہے کہ پڑھے لکھے لوگ بھی انسانی لباس میں ملبوس اس بھیڑیے کو نجات دہندہ اور اعلی واشرف انسان ماننے کے لئے قسم کھا چکے ہیں۔ یورپ وامریکہ نے آج دنیا کہ سامنے یہ حالت پیدا کردی ہے اور ایسا کنفیوژن پیدا کردیا ہے کہ انسان کو سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ مصائب وحالات اور مشکلات وپریشانیوں میں کس پر اعتماد اور بھروسہ کرے اور شریف اور باوقار شخص کو اچھے دوست کہاں ملے ملک اور قوم کس پر یقین واعتماد رکھے۔ (بقیہ صفحہ:۱۴ر پر)

نقیب کے خریداروں سے گذارش

☆امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا فت روزہ ترجمان اخبار ہر سموار کو طبع ہوکر پابندی کے ساتھ شائع ہوتا ہے اور سموار ومنگل دودنوں کے اندر ڈاک کے حوالہ کردیا جاتا ہے، یہ تین چار دنوں میں خریداروں تک پہونچ جاتا ہے، اگر یہ اخبار آپ تک پابندی سے نہیں پہونچتا یا ڈاکیہ ٹال مٹول کرتا ہو تو آپ اس کی اطلاع مندرجہ ذیل نمبر پر فون کرکے دفتر کو دیں تاکہ متعلقہ افسران سے رابطہ کرکے اسے آپ تک پہونچانے کی حتمی صورت نکالی جاسکے۔

☆اگر اوپر دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس اَپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ آپ نقیب کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ (منیجر نقیب)